جماعتِ اسلامی

اسّی عُلمَاء کی نظر میں

عارف دہلوی

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تاریخ شاہد ہے کہ زمانے کے مختلف ادوار میں جب بھی اہل حق کے کسی گروہ نے باطل نظاموں کے مقابلہ میں اللہ کے دین کو کامل و اکمل صورت میں کسی خطۂ زمین پر قائم کرنے کی کوشش کی، اسے وسیع پیمانے پر مزاحمتوں اور مخالفتوں سے سابقہ پیش آیا۔ اقامتِ دین کے داعیان آغازِ دعوت کے ساتھ ہی گویا آزمائش کی بھٹی میں ڈال دئے جاتے ہیں اور پھر جوں جوں ان کی دعوت کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ ان کے امتحان کی کڑیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ادھر ماحول پر نظام باطل کی گرفت اور گیرائی جتنی مضبوط ہو۔ داعیانِ حق کی مخالفت بھی اسی نسبت سے شدید ہو جاتی ہے۔ اقامتِ دین کی دعوت کے تقاضوں کے مطابق داعیان حق کو وقتاً فوقتاً معاشرہ کے مختلف شعبوں اور طبقوں میں نظامِ باطل کے چھپے ڈھکے انڈے بچوں کی نشاندہی کا تلخ اور ناخوشگوار فریضہ انجام دینا پڑتا ہے۔ اس کے کچھ عمدہ اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک فطری ردِّ عمل کے طور پر دعوتِ حق کے علمبرداروں کو ان مساعی پر متعلقہ معاشرتی شعبوں اور طبقوں کے اجارہ داروں کی ناراضی، خفگی اور مخالفت کا خطرہ بھی مول لینا پڑتا ہے، اور اس مخالفت کے سلسلہ میں انھیں طعن و تشنیع اور دشنام طرازی کے علاوہ بے بنیاد اور جھوٹے اتہامات کا بھی نشانہ بننا پڑتا ہے۔ معاشرہ کے مختلف طبقوں کے اجارہ داروں کی داستان تاریخ نے اتنی بار دُہرائی ہے کہ اس سلسلہ میں نظائر بیان کرنے کی

حاجت نہیں رہی۔

جماعت اسلامی نے برصغیر پاک و ہند میں جب اقامتِ دین کی دعوت کا آغاز کیا تو اسے بھی لامحالہ ایسے لوگوں کی جانب سے مخالفت اور مزاحمت کا نشانہ بننا پڑا جو سوسائٹی کے مختلف طبقوں پر اجارہ داری کے مدعی تھے۔ اور اپنے ہاں دینِ حق کے تقاضوں کے مطابق اصلاح پزیری کو اپنی اجارہ داری کے لئے خطرہ تصور کرتے تھے۔ انہی میں سے ایک طبقہ ایسا ہے۔ جو خود کو بظاہر علماءِ دین سے منسوب کرتے ہوئے جماعت اسلامی کی مخالفت پر کمربستہ نظر آتا ہے۔ لیکن درحقیقت اقامتِ دین کے وسیع تصور کو اپنے خود ساختہ نظریات اور اپنی پروہتی اجارہ داری کے لئے خطرناک سمجھتے ہوئے وہ اس تصور کی داعی جماعت کے درپئے آزار ہو رہا ہے۔

اس طبقہ کے افراد کی طرف سے یہ الزام بڑے شدومد سے پھیلایا جا رہا ہے کہ جماعت اسلامی اور اس کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے موقف اور دعوت سے تمام علمائے دین اختلاف رکھتے ہیں اور وہ اُن کو دینی لحاظ سے برسرِحق نہیں سمجھتے۔ لیکن اگر ان کے اس الزام کا ذرا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھُلتی ہے کہ ان کے اپنے گروہ کے ایک قلیل اور محدود طبقہ کے سوا علماءِ دین کی ایک کثیر تعداد جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کی دعوت کو دینی لحاظ سے ہر طرح درست اور بجا قرار دیتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں ہم اسی حقیقت کے اظہار کی خاطر ہندوستان و پاکستان کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام کے انہی جلیل القدر علماء کے فتاویٰ اور آراء شائع کر رہے ہیں جن کے مطالعہ سے جماعت اسلامی کے ملمع ساز مخالفین کے دعوؤں کی ساری قلعی کھُل جاتی ہے۔

وہ حضرات جو اپنے ذاتی اختلافات کے ماتحت جماعت اسلامی اور اس کے امیر مولانا

ابوالاعلیٰ مودودی نے "علمار کے اختلافات" کا ڈھنڈورا پیٹنے رہتے ہیں۔ ان کے ذاتی اختلافات کی اس دقت نظر سے تحقیق کی جائے تو اس میں محض ایک دیرینہ مناقشت اور رنجش کارفرما نظر آئے گی اور معلوم ہوگا کہ یہ دراصل وہی حضرات ہیں جو اللہ کے دین کی فطری وسعتوں کو اپنے اپنے اکابر کی تنگنائے میں محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسی کو عین دین سمجھتے ہیں۔ یا پھر یہ حضرات اپنے فکر و نظر کی کجرویوں پر مولانا مودودی کی بے لاگ تنقید سے مشتعل ہوکر اور بغض و حسد کا شکار ہوکر ایسے اتہامات ان پر لگا رہے ہیں جن کا وجود ان کے نہاں خانۂ دماغ کے سوا کہیں اور مطلق نہیں پایا جاتا۔

ان سب حضرات کے ماضی سے ایک زمانہ واقف ہے اور ہر باخبر شخص اس راز عیاں سے آگاہ ہے کہ یہ وہی حضرات ہیں جو نظریۂ پاکستان اور قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ اور ہندوستان میں متحدہ قومیت کے نظریہ کی علمبرداری ہی کو دینی تقاضوں کا منتہائے مقصود سمجھتے تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب مالٹا میں قید فرنگ کی صعوبتوں سے رہائی پاکر آئے تو فطرتاً یہ داعیہ لے کر وطن لوٹے کہ ہندوستان کو فرنگی استبداد سے نجات دلانے کی خاطر مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ باہمی اشتراک پیدا کر کے جد وجہد کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اکثر اکابرین دیوبند اس موقع پر کانگریس میں شامل ہو گئے۔ موصوف گرامی کے بعد ان کے جانشین مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے شیخ مکرم کے اتباع میں کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھا اور اس معاملہ میں وہ اس حد تک بڑھ گئے کہ انھوں نے اعلان کیا کہ قومیت کی تشکیل میں مذہب کی اساس کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور قومیں ہمیشہ اوطان سے بنتی ہیں۔ نہ کہ ادیان سے، اس اعلان پر مولانا کے معاصرین میں سے اکثر علمار و مفکرین

نے بڑا شدید اختلاف کا اظہار کیا۔ بس یہیں علامہ اقبالؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کی اس موضوع پر طویل مراسلت ہوئی اور مولانا مودودیؒ نے مولانا مدنی کی کتاب "متحدہ قومیت" کے جواب میں ایک مدلل اور مبسوط کتاب "مسئلہ قومیت" کے نام سے لکھی جس میں نہایت واضح دلائل کے ساتھ مولانا مودودیؒ نے یہ ثابت کیا کہ کتاب و سنت اور اسلام کے بنیادی عقائد کی رو سے مسلمانوں کی قومیت کی اساس ان کا دین یعنی اسلام ہے نہ کہ کوئی وطن۔ ساتھ ہی مولانا مودودیؒ نے اپنی اس کتاب میں ضرورتاً مولانا مدنی کا نام لے کر ان کے خیالات پر جرح و تنقید کی اور بیان کیا کہ مولانا مدنی نے قومیت کی بنیاد وطن کو قرار دے کر درحقیقت اسلامی نظریۂ قومیت کی نفی کر دی ہے۔ اپنی کتاب "مسئلہ قومیت" کے علاوہ مولانا مودودی نے اس موضوع پر چند اور تنقیدی مضامین بھی لکھے جو بعد میں ان کی مشہور کتاب "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے حصہ دوم میں شائع ہوئے۔ مولانا مودودی کی یہ تنقید جو انھوں نے مولانا مدنی کے اسلامی نظریۂ حیات کے تحفظ کی خاطر خالصتہً بوجہ للہ فرمائی مولانا مدنی کے اکثر انتہاپسند معتقدین کے لیے حد درجہ کبیدگیٔ خاطر اور رنجش طبع کا باعث ہوئی۔ کیونکہ ایسے حضرات ذہناً مولانا مدنی کی ذات گرامی کو بہت حد تک معصوم اور منزہ عن الخطار سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک مولانا مدنی پر اگر کوئی شخص جائز تنقید بھی کرے تب بھی وہ گردن زدنی قرار پائے گا چنانچہ عقیدت کے ان اندھے پجاریوں نے مولانا مودودیؒ کی تنقید کے حسن و قبح کا جائزہ لینے کے بجائے اپنی انتقام کی آگ فرو کرنے کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ یہ حضرات اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق مولانا مودودی کی دیگر تصنیفات میں سے بال کی کھال اُتارنے کے لیے گویا خوردبینیں لے کر بیٹھ گئے اور پھر انتہائی مہارت کے ساتھ انھوں نے خالص تبلیغی و کلامی کتب کے بعض فقرات کو فقہی و قانونی خراد پر چڑھا کر ان سے قطعی مختلف معانی

اخذ کیے اور ان خود ساختہ معانی کی بنیاد پر مولانا مودودیؒ پر فتووں کے تیر پر تیر چلانے شروع کر دیئے کبھی کہا کہ مولانا مودودی تنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو معیار حق قرار دے کر دراصل توہین انبیاءؑ اور توہین صحابہؓ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کبھی ارشاد ہوا کہ مولانا مودودیؒ اپنی جماعت میں شامل لوگوں کے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ کبھی فرمایا گیا کہ مولانا مودودیؒ، امام مہدی اور دجّال کی آمد کے قائل نہیں ہیں۔ کبھی یہ بے پَر کی اڑائی گئی کہ مولانا مودودیؒ متعہ کے قائل ہیں۔

اس طرح ان حضرات کے مقبوضہ تمام " دیار الافتاء " کے قلم اور مہریں بیک وقت حرکت میں آگئیں اور مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی پر دھڑا دھڑ فتووں کی یلغار شروع ہوگئی۔ ان ہوشیار اور عیار معتقدین نے اپنے مرکز عقیدت اور ممدوح کی سادگی طبع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں بھی اپنے پروپیگنڈے سے خاصا متاثر کیا۔ چنانچہ مولانا مدنی نے بھی مولانا مودودیؒ کے متعلق ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمانا شروع کر دیا اور اس امر واقعہ کو قطعی فراموش کر گئے کہ موصوف گرامی کی کتاب " متحدہ قومیت " پر تنقید کرنے سے قبل یہی مولانا مودودیؒ تھے جو مولانا مدنی کی زبان اور قلم سے ہمیشہ مدحت وتحسین کے مستحق قرار دیے جاتے تھے اور انھیں مولانا مدنی " فقیہ اُمت " کے معزز خطاب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ مولانا مودودیؒ نے مولانا مدنی کی کتاب پر تنقید کیا کی، گویا کسی زبردست گناہ کے مرتکب ہوگئے۔ چنانچہ یہی " فقیہ اُمت " بیک وقت " فقیہان شہر " کے غیض وغضب کی زد میں آگئے۔ اور ان پر غلط سلط فتووں کے گولے آکر پھٹنے لگے۔

ادھر ایک طرف دیو بند کے قلعۂ عقیدت سے یہ فتویٰ جاری ہوئی اور دوسری طرف ہندو کانگریس کے مسلمان خیمہ برداروں کا دوسرا جیش بھی حرکت میں آگیا۔ یہ جیش جس کی

تنظیم میں کسی مثبت نظریہ یا عقیدہ کی بجائے محض چند منفی ضروریات کا دخل تھا اور اس نسبت سے یہ دو تین چوٹی کے اصحاب کو چھوڑ کر زیادہ تر ہنگامہ پرور ایجی ٹیٹروں اور پیشہ ور مقررین کا مجموعہ تھا۔ جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ پر اپنے طرزِ خاص میں حملہ آور ہوا۔

مسلم لیگ کی طرف سے پیش کردہ مطالبۂ پاکستان انتہائی سرعت اور شدت کے ساتھ ملک کے مسلم عوام میں مقبول ہوتا جا رہا تھا جس کے سبب کانگریس کی ہمنوا مسلمان جماعتوں کی ہوا بُری طرح اکھڑ چکی تھی اور اس ضمن میں خاص طور پر مذکورہ گروہ، جو مجلس احرار کے نام سے موسوم تھا، بُری طرح بدنام ہو رہا تھا۔ اس بدنامی کا زور کسی طرح گھٹانے کی خاطر، نیز اپنی قیادتِ عظمیٰ یعنی دیوبند کے کانگریسی علماء کے تازہ تازہ معتوب مولانا مودودی کی دعوت کو بزعم خود کمزور کرنے کی خاطر، مجلس احرار نے بھی آزادئ ہند کے کانگریسی تصوّر سے بظاہر دستبرداری اختیار کر لی اور جماعت اسلامی کی طرح "حکومت الٰہیہ" کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ لیکن چونکہ مجلس احرار نے یہ نعرہ صرف سیاسی میدان میں اپنی اُکھڑی ہوئی ہوا کو دوبارہ باندھنے کی خاطر لگایا تھا، نہ کہ کسی تقاضائے دین کے حقیقی احساس کی بنا پر۔ نیز اس کا مقصودِ اصلی اپنی دیرینہ عادت کے مطابق "ایک ہنگامہ پر موقوف ہے گھر کی رونق" کے مصداق تھا۔ لہٰذا یہ جماعت ایک عجب طریق سے اسی نظریہ کی علمبردار دوسری جماعت یعنی جماعت اسلامی کی رفیقِ راہ بننے کی بجائے اس کے لیے سنگِ راہ بننے کی کوششوں میں مصروف ہو گئی اور یہیں سے احراری حضرات کی جماعت اسلامی کے خلاف رقیبانہ اور حریفانہ مساعی کا باقاعدہ آغاز ہوا جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

یہاں اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ احراری حضرات کی اسی نوع کی کھو کھلی ہنگامہ آرائیوں سے خود ان کے ذہنی قائدین یعنی کانگریسی علماء بھی دل سے مطمئن نہ تھے

چنانچہ ۱۹۴۵ء میں جب مولانا حسین احمد مدنی نے مسلمانانِ ہند کے سیاسی مسائل پر غور کرنے کے لیے اور ایک متفقہ ملّی لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے سہارنپور میں ایک آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس بلوائی تو اس میں جہاں آپ نے تمام معاصر مسلمان جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی وہاں مسلم لیگ کے ساتھ مجلس احرار کو بھی مولانا مدنی نے اس کانفرنس میں شریک نہ کیا۔ جس پر احراری حضرات بڑے جز بز ہوئے اور چند یوم تک کھسیانی بلّی کی طرح خوب کھمبا نوچا کیے۔

قیام پاکستان سے چند سال پہلے ہی کانگریس نواز جمعیۃ علمائے ہند کے مقابلے میں علمائے دیوبند کے دوسرے گروہ نے جو مسلم لیگ کا ہمنوا تھا، اپنی جماعت "جمعیۃ علمائے اسلام" کے نام سے بنائی تھی۔ چنانچہ جہاں جمعیۃ علمائے ہند میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ اور مولانا ابوالکلام آزاد شامل تھے۔ وہاں جمعیۃ علماء اسلام میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا آزاد سبحانی جیسے اکابر علماء شریک تھے اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب کانگریسی جمعیۃ علمائے ہند کے ہم خیال بعض علمائے دیوبند، جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ پر دین میں تحریف وغیرہ کے الزامات لگا کر ناروا فتاویٰ کی گولہ باری کر رہے تھے تو مسلم لیگی خیالات کے اکابرین دیوبند اپنے ان ہم مکتب رفقاء کی اس مہم سے قطعی لاتعلق پائے گئے۔ اور ان حضرات کو مولانا مودودیؒ کی تحریروں میں ہرگز وہ قابلِ اعتراض امور نظر نہ آتے تھے، جن پر کانگریسی علماء کی طرف سے فتوے صادر کیے جا رہے تھے۔ بلکہ اس کے برعکس ان موخرالذکر اصحاب کی نگرانی میں اس وقت مسلم لیگ کی جانب سے دو قومی نظریہ کی دینی اہمیت واضح کرنے کے لئے مولانا مودودیؒ کی کتابیں (مثلاً "مسئلہ قومیت" اور "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش"

اکثر تقسیم کی جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اگر مولانا مودودیؒ فی الواقعہ اپنی دیگر تصانیف میں تحریف دین کے مرتکب ہوئے تھے تو آخر دیوبند کے کانگریسی علماء کے علاوہ دوسرے علماء دیوبند کو چپ رہنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی اور انھوں نے مولانا مودودیؒ کے خیالات پر گرفت سے کیوں اجتناب فرمایا؟ کیا مسائل دین میں بصیرت صرف کانگریسی علماء ہی کے حصہ میں آئی تھی؟ جبکہ کانگریسی علماء کا خلوص اور مسلمانوں سے ہمدردی باوجود ان کی علمیت وقابلیت کے محل نظر ہے۔ کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کا ساتھ دیا اور ہند واور مسلم کو ایک قوم قرار دیا اور مسلمان قوم کو، جو انگریز اور ہند و دونوں کی یا دونوں میں سے کسی ایک کی غلامی میں رہنے کی بجائے آزادی کی فضا میں سانس لینا چاہتی تھی۔ اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ ہندو کا غلام بنانا چاہا لیکن خدا نے ان کو ناکام ونامراد کیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب کانگریس اور اس کی ہم خیال مسلمان جماعتوں کو ایک یادگار ہزیمت سے سابقہ پیش آیا تو قدرتاً جمعیتہ علمائے ہند کی کانگریسی تنظیم محض بھارت یعنی تقسیم شدہ ہندوستان ہی میں گھر کر رہ گئی۔ مجلس احرار کے بڑے بڑے قائدین اہل پنجاب میں سے تھے۔ چنانچہ ان کے لیے سخت مشکل پیش آگئی ان میں سے کچھ تو پاکستان بن جانے کے فوراً بعد ہندوؤں کے ہندوستان کی طرف "ہجرت" کر گئے جو باقی رہ گئے وہ عرصۂ دراز کے لیے مارے ہیبت کے، اور جن میں شرم تھی، وہ مارے شرم کے منقار زیر پر ہو گئے اور اس دوران میں اگر کبھی چہکے بھی تو محض ان سُروں میں کہ :-

" لوگو! ہم نے شکستِ مبین پائی ہے۔ ہم اب تمہاری رہنمائی کے قابل نہیں رہے۔ ہم تو اب باقی عمر اپنی داڑھیوں سے مسلم لیگی قائدین کے

جوتے صاف کیا کریں گے۔"

البتہ مسلم لیگی خیال کے علمار نے شروع ہی سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں اپنی تنظیم جمعیۃ علماء اسلام" کا پاکستان میں احیاء کر دیا تھا اور ایک عرصہ تک پاکستان میں علماء کی یہی جماعت کام کرتی رہی۔ اس جماعت کی طرف سے شاذ ہی کبھی جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے ساتھ کسی اصولی یا اساسی اختلاف کا اظہار کیا گیا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کی جدوجہد میں جمعیۃ علمائے اسلام اور جماعت اسلامی شانہ بشانہ کام کرتی رہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رح کی وفات کے بعد اس جماعت کے صدر مرحوم و مغفور سید سلیمان ندویؒ منتخب ہوئے سید صاحب کے انتقال کے بعد مفتی محمد شفیع صاحب کو قائم مقام صدر بنایا گیا اور لاہور کے مفتی محمد حسن صاحب، ملتان کے مولانا خیر محمد اور مشرقی پاکستان کے مولانا اطہر علی صاحب بعض جماعتی مصلحتوں کے پیش نظر ان کے شریک عہدہ قرار پائے۔ یہ مصلحتیں بعد میں جماعت کے اندر عجیب بے نظمی کی صورت اختیار کر گئیں اور جمعیت انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی۔ اُدھر علمائے بریلی کے ایک گروہ نے اپنی ایک علیحدہ تنظیم جمعیۃ علمائے پاکستان کے نام سے بنالی۔ یہ جمعیۃ بھی بالآخر دو آزاد اور خود مختار تنظیموں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک کا صدر دفتر کراچی میں مولانا عبدالحامد بدایونی کی سربراہی میں قائم ہوا اور دوسری کا لاہور میں ابوالحسنات مرحوم و مغفور کی زیر قیادت۔ پاکستان میں علمار کی ان تمام تنظیموں نے ایک مرتبہ بھی مولانا مودودی اور جماعت اسلامی پر اُس طرز اور اس طریق کے فتاویٰ داغنے کی ضرورت محسوس نہ کی جو کانگریسی علمار اور احراری حضرات کا شیوۂ خاص قرار پایا تھا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے، احراری اور کانگریسی علمار حضرات یہ پاکستان میں

مدت مدیدتک زبردست شکست خوردگی کا احساس رہا اور انھیں جمہور کے سامنے آنے کی؛ عرصۂ درازتک جرأت نہ ہوئی۔ البتہ گزشتہ تحریک ختم نبوت کے دوران بعض ناعاقبت اندیش سیاسی طالع آزماؤں نے ان کی ہنگامہ پروری کی صفت خاص سے فائدہ اٹھانے کی خاطر انھیں پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آنے کا موقع دیا۔ لیکن جونہی یہ تحریک ان کے نادان ہاتھوں کی غارت گری سے ختم ہوئی - یہ حضرات اپنی سابقہ روایات کے مطابق پھر پھلجھڑی کی طرح بجھ کر رہ گئے۔ یہ شعلہ مستعجل کچھ دیر یوں ہی سیاہ پوش رہا۔ بالآخر بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ یعنی مولانا شبیر احمد عثمانی کی قائم فرمودہ "جمعیۃ علمائے اسلام" اندرونی بدنظمی کا شکار ہو کر موت و زلیست کی کشمکش میں مبتلا ہوگئی۔ احراری اور کانگریسی خیال کے علماء حضرات نے اس موقع کو غنیمت جانا اور انھوں نے جمعیۃ علمائے اسلام کے "خانۂ خالی" میں اپنا "دیو" داخل کرنے کی مساعی شروع کر دیں۔ اس غرض کے لیے اپنا اصل روپ لوگوں کی نظروں سے چھپانے کے لیے انھیں ایک نقاب کی بڑی ضرورت تھی۔ اور ایک ایسی شخصیت مطلوب تھی جس کو دھر کر اور جس کی نیک نامی کی آڑ میں وہ اپنے بدنام ماضی کے دھبے دھو سکیں اور اس طرح پھر لوگوں کے سامنے آسکیں۔ اس مقصد کے لیے ان کی نگاہِ انتخاب نے لاہور کے ایک سادہ لوح اور نیک نہاد عالم دین یعنی مولانا احمد علی مرحوم و مغفور کو تاکا۔ ایک تو اس لیے کہ مولانا احمد علی اگرچہ باقاعدہ کانگریسی یا احراری نہیں رہے تھے۔ تاہم وہ ذہناً ان دونوں تنظیموں کے زیادہ قریب تھے۔ دوسرے مولانا موصوف کی تفسیر قرآن پر ایک زمانہ میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنقیدی رسالہ تحریر فرمایا تھا جس میں یہ واضح کیا تھا کہ مولانا احمد علی تفسیر قرآن کے نام پر دراصل تحریف

قرآن کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس بنا پر مولانا احمد علیؒ مولانا تھانوی کے خلفائے محترم یعنی مولانا سید سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع صاحب کی جمعیۃ علمائے اسلام سے اکثر دل برداشتہ رہتے تھے۔ بہر حال مولانا احمد علی مرحوم و مغفور نے اس موقع پر احراری حضرات کی دستگیری پر آمادگی کا اظہار فرما دیا۔ اور پھر احراری حضرت نے کوئی نئی تنظیم بنانے کے بجائے جاں بلب جمعیۃ علمائے اسلام کے تن خالی پر قبضہ جمانے کی شرمناک تدبیر اختیار کی۔ چنانچہ اس تدبیر کی ترویج کے ماتحت پاکستان کے تقریباً تمام احراری کانگریسی اور سرخ پوش حضرات نے ملتان میں ایک روز جمع ہو کر "جمعیۃ علمائے اسلام" کا نام ہتھیایا اور اس کا صدر مولانا احمد علی کو بنا دیا اور پھر چشم فلک نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ جس جمعیۃ علماء اسلام کی مسند ارشاد پر سالہا سال تک نظریۂ پاکستان کے مؤید اور حامی علمائے کرام متمکن رہے تھے۔ وہاں اب نظریۂ پاکستان کے پرانے مخالف اور ہندو کانگریس کے قدیم خیمہ بردار سریر آرا ہو گئے۔ اور علماء کی اس مشہور جماعت پر طوطیان پاکستان کی جگہ زاغان ہندوستان کا تصرف قائم ہو گیا ہے اور اس طرح ؎

"زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن"

کی اندوہناک روایت ایک مرتبہ پھر پاکستان میں تازہ ہو گئی۔ جس جماعت کے قائدین میں کسی وقت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع، اور مولانا محمد متین خطیب جیسی شخصیتیں شامل تھیں، ایک طرفہ تماشہ کے ماتحت اب اس کے سربراہ خان عبدالغفار خاں کی سرخ پوش تحریک کے مولوی محمد یوسف بنوری اور احرار کے مولوی غلام غوث ہزاروی قرار پائے۔ بہر حال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ حال ہی میں جس طرح چند جغادری یونینسٹوں اور ری پبلکنوں نے کراچی میں جمع ہو کر مسلم لیگ کی بد نظمی سے فائدہ اٹھا کر، اور کنونشنی چولا

اوڑھ کر مسلم لیگ کے نام پر قبضہ مخالفانہ کر لیا وہ کوئی عجوبہ نہ تھا۔ کیونکہ ان سے چند سال پہلے انہی کے مسلک کے بعض دینی زعماء ایک ایسا ہی کارنامہ سر انجام دے چکے تھے اور ایک قابل احترام صوفی کی عطا فرمودہ مقدس قبا اوڑھ کر اور ایک سراسر مخالف مسلکِ جماعت کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر اس کے نام پر قبضہ جما چکے تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کنونشنی حضرات زیادہ سے زیادہ اپنے ہم مسلک دینی رہنماؤں کے اتباع کے گناہگار ہی نظر آئیں گے نہ کہ اس طرز خاص کے اصل موجد!

احراری اور کانگریسی حضرات کی مرحومہ جمعیت علمائے اسلام اصل جمعیت علمائے اسلام سے کیا نسبت یا تعلق رکھتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا ایک مکتوب گرامی قبل ازیں اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اور اس کتاب میں بھی شامل ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے اپنے وضاحتی مکتوب میں صاف ارشاد فرمایا تھا کہ ان (احراری و کانگریسی) حضرات نے حقیقت میں علمائے اسلام کے نام کو سنبھال کر اپنی تنظیم قائم کی ہے۔ جس کا اصل جمعیۃ علمائے اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بہرحال یہی وہ حضرات ہیں جو گزشتہ چند سال سے نام نہاد جمعیت علمائے اسلام کے گنبد میں بیٹھ کر، اس غوغا آرائی میں مشغول ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کے تمام علماء مودودی اور جماعت اسلامی کے مخالف ہیں اور وہ مولانا مودودی کے عقائد کے خلافِ شریعت ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں اور ان حضرات نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انتہائی ذلیل حرکتوں پر بھی اتر آئے۔ کہیں تو انھوں نے بھرے جلسے میں یہ دعا منگوائی کہ "خدا ہمیں مودودیوں سے بچائے" کہیں مولانا مودودیؒ کو "منشی مودودی" لکھا گیا اور کہیں یہ مضحکہ خیز الزام لگایا گیا کہ جماعت اسلامی کو امریکہ نے شاہ سعود کی معرفت ۳۲ لاکھ روپے

دیے ہیں وغیرہ اور اکثر ایسا بھی ہوا کہ ان کانگریسی اور احراری مولویوں نے صرف مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی خاطر مرزائیوں اور پرویزیوں کی لَے میں لے ملائی۔ ان کے مضامین اپنے اخبارات میں شائع کیے، اور اس ساری غوغا آرائی کے ذریعے یہ لوگ دراصل اپنے اس دیرینہ بغض کا مداوا تلاش کر رہے ہیں جو مولانا مدنیؒ کے کانگریسی نظریات پر مولانا مودودی کی اصولی تنقید کے جرم پر مولانا مدنیؒ کے بعض بے بصر اور غالی عقیدت مندوں کے دلوں میں مولانا مودودی کے خلاف پیدا ہو گیا تھا۔

ان حضرات کی جماعت اسلامی سے عداوت اس حد تک پہنچ چکی ہے اور ان کی ہندو نوازی کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اپنی دیرینہ عادات کے مطابق اپنے لیے فکری رہنمائی ہندوستان میں برسر اقتدار کانگریسی طبقہ سے حاصل کرتے ہیں، چنانچہ یہ پاکستان کے احراری حضرات اور کانگریسی علماء ہر اس شخص کی مدح سرائی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو مسلمانوں کے مقابل ہندوؤں کا دوست ہو۔ مصر کے صدر ناصر عرصۂ دراز سے پاکستان کے ساتھ ایک بلا وجہ مغائرت رکھتے ہیں اور اس کے برعکس انھوں نے سیاسی لحاظ سے ہندوستان کے ساتھ رشتۂ مودت استوار کر رکھا ہے۔ اُدھر سعودی عرب کے تعلقات نسبتاً پاکستان کے ساتھ بے حد خوشگوار ہیں۔ تاہم کرنل ناصر کے ساتھ کچھ عرصہ سے عرب کی چپقلش چل رہی ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود پاکستان کی جس جماعت نے من حیث الجماعت شروع ہی سے بڑے التزام کے ساتھ کرنل ناصر کی اندھی حمایت اور سعودی عرب کی اندھی مخالفت کا مستقل وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ صرف کانگریسی اور احراری حضرات کی مبینہ "جمعیۃ علمائے اسلام" ہے اور اس جماعت کا یہ طرز عمل فی الحقیقت دو ہی جذبوں پر مشتمل ہے۔ ایک ہندوؤں کی خیمہ برداری کا دیرینہ جذبہ اور دوسرے

جماعت اسلامی سے عداوت کا جذبہ کیونکہ مؤخر الذکر جماعت کرنل ناصر کی لادینیت اور پاکستان کے خلاف مغائرت کے متعلق اکثر اظہار خیال کرتی رہتی ہے۔

چونکہ ان حضرات میں پیشہ ورانہ مقررین کی تعداد زیادہ ہے۔ نیز ان کی طلسم سازی کو دور کرنے کے لیے اس وقت ملک میں صحیح الخیال اور سلیم الفطرت علماء کی کوئی مؤثر تنظیم موجود نہیں ہے اس لیے عین ممکن ہے کہ جماعت اسلامی کے متعلق ان حضرات کا جذبۂ عداوت بعض ناواقف اور بے خبر اصحاب کے دلوں میں جماعت کے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا کر دے۔ یہ کتاب ہم ایسی ہی ممکنہ غلط فہمی کے ازالہ کے لیے شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت زیادہ وضاحت کے ساتھ سامنے آجائے کہ جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی کی دعوت دنیا بھر کے اہلِ حق علماء کی اکثریت کی نظر میں عین اسلام کے مطابق ہے اور مولانا مودودی کے جن عقائد پر ان کانگریسی علماء نے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کی خاطر زبانِ فتویٰ درازکی ہے، وہ نہ صرف ہند و پاکستان، بلکہ عالمِ اسلام کے دیگر جید اور مشہور علمائے دین کی نظر میں ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ہیں۔ بلکہ اجماعِ امت اور مسلکِ جمہور کے عین مطابق ہیں۔ بدیں وجہ ہمیں امید کامل ہے کہ ہماری یہ حقیر کوشش اہلِ نظر کے نزدیک قابلِ قبول ہوگی۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ ہر عالم کا فتویٰ یا تائثر ہو بہو انہی کے الفاظ میں درج کیا گیا ہے۔ کانگریسی اور احراری مولویوں کی طرح قطع و برید سے کام نہیں لیا گیا۔ ہر عالم کا فتویٰ یا تاثر جس کتاب اور جس رسالے سے بھی لیا گیا ہے اس کا نام اور صفحہ بھی درج کیا گیا ہے تاکہ مخالفین اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے یہ کہنا شروع نہ کر دیں کہ اس کتاب

میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کتاب دعوے کے ساتھ ساتھ ثبوت بھی رکھتی ہے۔ اس لیے مخالفین کے لیے اب نہ پائے رفتن ہے نہ جائے ماندن!

یہ کتاب چوبیس سوالوں کا ایک جواب ہے

مندرجہ ذیل تمام سوالات کے جوابات اس کتاب میں موجود ہیں۔

سوال نمبر۱۔ دستور جماعت اسلامی کے بنیادی عقیدہ جزء دوم کی دفعہ ۶ کی مندرجہ ذیل عبارت کیا ایک مومن اور مسلم کا عقیدہ ہوسکتی ہے۔ یا نہیں ؟

"رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالا تر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کامل کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھا جائے"۔

۲۔ کیا جماعت اسلامی بحیثیت مجموعی حق پر ہے ؟

۳۔ کیا جماعت کا لٹریچر پڑھنا جائز ہے ؟

۴۔ اس جماعت والوں کو کسی دینی درس گاہ میں بطور مدرس یا ملازم رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

۵۔ اگر کسی دینی درس گاہ میں دیوبندی، بریلوی، ندوی اور اصلاحی علماء کے ساتھ ساتھ جماعت اسلامی کے بعض علماء درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے ہوں تو اس کی امداد و اعانت جائز ہے یا نہیں ؟

۶۔ جماعت اسلامی سے کسی قسم کا اشتراک و تعاون جائز ہے یا نہیں ؟
۷۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے لٹریچر کی موجودہ دور میں کیا اہمیت و وقعت ہے ؟
۸۔ آخر مولانا مودودی صاحب کا سب سے بڑا جرم کیا ہے ؟
۹۔ جماعت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے اور مولانا مودودی پر عائد کردہ الزامات کی حقیقت کیا ہے ؟
۱۰۔ کیا جماعت اسلامی ضالّ و مضلّ یا گمراہ جماعت ہے ؟
۱۱۔ جماعت اسلامی کے لیے شرعی حکم کیا ہے ؟
۱۲۔ جن مسائل پر مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے اختلاف کیا جارہا ہے کیا وہ فروعی نہیں ہیں ؟
۱۳۔ اغوا شدہ جمعیۃ علمائے اسلام کی طرف سے بے بنیاد الزام تراشی اور بداخلاقی کے جواب میں جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا کردار کیا ہے ؟
۱۴۔ موجودہ اغوا شدہ جمعیت علمائے اسلام کی حقیقت کیا ہے ؟
۱۵۔ مولانا مودودی پر عائد کردہ الزامات کی حقیقت کس سے معلوم کی جائے اور کیا مولانا پر بے سروپا الزامات لگانا کوئی صحیح فعل ہے ؟
۱۶۔ کیا واقعی مولانا مودودی عالم اسلام کی شخصیت اور مفکرِ اسلام ہیں ؟
۱۷۔ کیا حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے مولانا مودودی کے خلاف کوئی فتویٰ دیا ہے ؟

۱۸۔ کیا مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی سرگرمیاں اسلام کے منافی ہیں ؟
۱۹۔ کیا مولانا مودودی اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں ؟
۲۰۔ کیا مولانا مودودی کی زندگی پابند شریعت زندگی نہیں ہے ؟
۲۱۔ کیا مولانا مودودی کا لٹریچر قرآن وحدیث سے ٹکراتا ہے ؟
۲۲۔ کیا مولانا مودودی کوئی نیا اسلام پیش کر رہے ہیں ؟
۲۳۔ جماعت اسلامی کے مخالفین کا اپنا کردار اور ماضی کیا ہے ؟
۲۴۔ جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی مخالفت کی اصل وجوہ کیا ہیں ؟

مذکورہ سوالات کے جواب میں مندرجہ ذیل علمائے اسلام نے اپنی آرار کا اظہار فرمایا ہے:

۱۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	بھارت
۲۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ	″
۳۔ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند	″
۴۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنو	″
۵۔ حضرت مولانا محمد سعید ندوی	″
۶۔ شیخ الحدیث مولانا ابوالعرفان	″
۷۔ حضرت مولانا مفتی احمد حسن خاں	″
۸۔ حضرت مولانا محمد عبدالہادی قاضی ریاست بھوپال	″
۹۔ حضرت مولانا مفتی محمد عرفان خاں	″
۱۰۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن چشتی	″

۱۱. حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	بھارت
۱۲۔ حضرت مولانا صدر الدین اصلاحی	؍؍
۱۳۔ افضل العلماء ابو الفیض مسولوی خطیب اعظم بنگور	بھارت
۱۴۔ حضرت مولانا عامر عثمانیؒ فاضل دیوبندؒ	؍؍
۱۵۔ حضرت مولانا عبید اللہ رحمانیؒ محدث مبارکپوری	؍؍
۱۶۔ مفسرِ قرآن مولانا عبد الماجد دریاآبادیؒ	؍؍
۱۷۔ حضرت مولانا محمد ظہور ندوی	؍؍
۱۸۔ حضرت مولانا عبد الحفیظ، فاضل دیوبند	؍؍
۱۹۔ مولانا شاہ معین الدین احمد	؍؍
۲۰۔ حضرت مولانا محمد سعید	؍؍
۲۱۔ حضرت مولانا محمد حلیم عطاؔ	؍؍
۲۲۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، فاضل دیوبند	؍؍
۲۳۔ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	پاکستان
۲۴۔ حضرت مولانا داؤد غزنوی	؍؍
۲۵۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی	؍؍
۲۶۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ	؍؍
۲۷۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی	؍؍
۲۸۔ حضرت استاذ العلماء حضرت مولانا محمد چراغ	؍؍
۲۹۔ حضرت مولانا عبید اللہ سابق شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور	؍؍

۳۰ - حضرت مولانا محمد ناظم ندوی شیخ الجامعہ عباسیہ — پاکستان
۳۱ - شیخ الادب والتفسیر حضرت مولانا محمد عبد اللہ فاضل دیوبند — //
۳۲ - حضرت مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل فاضل دیوبند — //
۳۳ - حضرت مولانا عبد العالی — پاکستان
۳۴ - حضرت مولانا محمد ظفر — //
۳۵ - حضرت مولانا مفتی عبد الحق — //
۳۶ - حضرت مولانا خان محمد — //
۳۷ - حضرت مولانا احمد بخش — //
۳۸ - حضرت مولانا غلام یٰسین، فاضل دیوبند — //
۳۹ - حضرت مولانا محمد خلیل، فاضل دیوبند — //
۴۰ - حضرت مولانا شبیر احمد، فاضل دیوبند — //
۴۱ - حضرت مولانا عبد اللہ ثانی امرتسری — //
۴۲ - حضرت مولانا عبد الغنی، فاضل دیوبند — //
۴۳ - حضرت مولانا محمد احمد، فاضل قائم العلوم — //
۴۴ - حضرت مولانا عبد السلام فاضل جامعہ اشرفیہ — //
۴۵ - حضرت مولانا عبد الرشید ارشد — //
۴۶ - حضرت مولانا محمد مسلم قاسمی — //
۴۷ - حضرت مولانا محمد انور کلیم — //
۴۸ - حضرت مولانا محمد عبد القیوم — //

۴۹۔ حضرت مولانا محمد ابن معلم اسلامیات پاکستان،
۵۰۔ حضرت مولانا محمد سرور 〃
۵۱۔ شیخ الادب والتفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ پاکستان
۵۲۔ حضرت مولانا عبدالحمید 〃
۵۳۔ حضرت مولانا عبدالقدوس بہاری 〃
۵۴۔ مولانا عبدالجلیل رحمانی 〃
۵۵۔ مولانا نذیر احمد رحمانی 〃
۵۶۔ حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم 〃
۵۷۔ حضرت مولانا غلام مصطفٰے خاں، فاضل دیوبند 〃
۵۸۔ حضرت مولانا محمد مقبول احمد فاضل دیوبند 〃
۵۹۔ حضرت مولانا ابوالعطار 〃
۶۰۔ حضرت مولانا نذیر الحق میرٹھی 〃
۶۱۔ مولانا عبدالودود ندوی 〃
۶۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیق مدرسہ عالیہ مصطفویہ بوگرہ بنگلہ دیش
۶۳۔ حضرت مولانا مزمل علی مہتمم مدرسہ نجم العلوم جوڑا 〃
۶۴۔ ممتاز المحدثین حضرت مولانا عبدالقادر سلہٹی 〃
۶۵۔ حضرت مولانا ابوالعمران محمد عبدالرحمٰن بغدادی 〃
۶۶۔ ابوالفضل مولانا محمد یعقوب اصلاحی 〃
۶۷۔ الشیخ عبدالعزیز بن باز الاثری النجدی حجاز

۶۸۔ الشیخ علی طنطاوی قاضی دمشق		شام
۶۹۔ مفتی اعظم فلسطین السید امین الحسینی		فلسطین
۷۰۔ الشیخ عبداللہ کنون طنجہ		مراکش
۷۱۔ الشیخ حسین محمد مخلوف سابق مفتی اعظم مصر	فتویٰ	مصر
۷۲۔ حضرت علامہ حسن الہضیبی مرشدِ عام اخوان المسلمون	"	مصر
۷۳۔ مجتہد اعظم حضرت الامام محمد الخالصی	"	عراق
۷۴۔ پیشوائے اہل سنّت والجماعت حضرت علامہ امجد الزہاوی	"	"
۷۵۔ حضرت نوار المشائخ المجددی	"	مصر
۷۶۔ حضرت الفاضل علامہ محمد بشیر الابراہیمی	"	الجزائر
۷۷۔ الشیخ مصطفٰے زرقا سابق وزیر تعلیم حکومت شام	"	شام
۷۸۔ علمائے الجزائر	"	الجزائر
۷۹۔ کل جماعت ہائے دینی مصر	"	مصر
۸۰۔ مسلمانانِ انڈونیشیا	"	انڈونیشیا

خدا شاہد ہے

کہ کسی شخصیت یا کسی پارٹی سے مجھے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ صرف حق کا دوست اور باطل کا دشمن ہوں۔ جس چیز کو میں نے حق سمجھا ہے اس کے حق ہونے کی دلیل بیان کر دی ہے اور جسے باطل سمجھا ہے اس کے بطلان پر بھی دلائل بیان کر دیے ہیں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے اختلاف رکھتا ہوا اور وہ دلیل سے میری رائے کی غلطی واضح کر دے تو میں اپنی رائے واپس لے سکتا ہوں۔ رہے وہ حضرات، جو صرف یہ دیکھ کر کہ ان کی پارٹی یا ان کی محبوب شخصیتوں کے خلاف کہا گیا ہے۔ غضبناک ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے بحث نہیں کرتے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے یا باطل۔ تو ایسے لوگوں کے غیض و غضب کی مجھے کچھ پروا نہیں۔ میں نہ ان کی گالیوں کا جواب دوں گا اور نہ اپنے موقف ہی سے ہٹوں گا۔

(مولانا مودودیؒ)

جس وقت

ہم نے ۱۹۴۱ء میں تحریک اسلامی کا آغاز کیا تھا۔ اس وقت ہمیں پورا اندازہ تھا کہ ہم کیا کرنے چلے ہیں اور اس کا خیر مقدم دنیا میں ہمیشہ کس طرح ہوتا آیا ہے۔ اسی لیے ہم پہلے ہی اس راستہ کی آزمائشوں کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ البتہ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اسلامی دعوت کے راستے میں مزاحمت کا شرف خود مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے۔ کفار اگر یہ کام کرتے تو کچھ عجیب بات نہ ہوتی۔ لیکن مسلمانوں کے لئے بظاہر یہ عجیب چیز ہے۔ بہرحال دنیا کی تاریخ میں یہ کوئی پہلا ہی موقع نہیں ہے کہ کچھ خدا کے بندوں کو وہی لوگ تکلیف پہنچانے کے لیے تیار ہو جائیں جن کی فلاح و بہبودی کے لیے وہ کام کرنے اٹھے ہوں!

(سید ابوالاعلیٰ مودودی ۱۹۴۸ء)

فتویٰ

مجاہد اسلام مفتی اعظم فلسطین محمد امین الحسینی

بسم اللہِ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد

وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین ط

امابعد۔ دستور جماعت اسلامی کی یہ عبارت، جس میں کہا گیا ہے کہ "بجز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شخص پر تنقید کی جا سکتی ہے۔ اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو عقیدۂ اسلام کے خلاف ہو۔ بلکہ یہ عبارت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو بات ثابت کرتی ہے، اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے وان "تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول اور اگر کسی چیز کے بارے میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ"، (الآیۃ) اور وہ اس طرح کہ اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت اور ان میں جو بنیادی اصول اور متواتر سیرت بیان ہوئی ہے اس پر جانچا جائے جو چیز ان دونوں کے موافق نظر آئے گی اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ وہ ہمارے لیے بہتر ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور جو بات خلاف معلوم ہوا اس کے متعلق جانا جائے گا کہ وہ ٹھیک نہیں اور اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ پس وہ معیار

جس کی طرف اللہ کے بعد ہم رجوع کر سکتے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے میمون ابن مہران نے فرمایا! اللہ کی طرف لوٹانے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی کتاب کی طرف لوٹایا جائے اور رسول کی طرف لوٹانا ان کی زندگی میں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اٹھالیا تو اب ان کی سنت کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول وارد ہوا ہے۔

فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم ثم
لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت يسلموا تسليما ۝

"پس نہیں رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ تمہیں اپنے جھگڑوں میں حاکم نہ بنائیں۔ پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر وہ اپنے دل میں تنگی نہ محسوس کریں بلکہ پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔"

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

وما آتاكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا (الآیۃ)

"جو کچھ تمہیں رسول دے دے لو، اور جس سے باز رکھے رُک جاؤ۔"

اور یہ درجہ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے نہیں ہے۔ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ایسا ہوا ہے کہ کسی ایسے پیش آمدہ معاملہ میں جو قرآن میں نہ ملتا ہو نہ سنت میں۔ صحابہؓ نے ایک دوسرے سے بحثیں کی ہیں۔ اور اس مسئلہ میں ان کی رائیں متفق بھی ہوئیں اور مختلف بھی لیکن کبھی کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس کی رائے بحث و تنقید سے بالاتر ہے یا اس میں کسی کو رد و قبول کا حق نہیں۔

دارمی اور بیہقی نے میمون ابن مہران سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا تو پہلے وہ کتاب اللہ میں تلاش کرتے۔ اگر اس میں کوئی ایسی، بات مل جاتی جس کی بنیاد پر وہ فیصلہ کر سکتے، تو وہ اس پر فریقین کے درمیان فیصلہ فرما دیتے۔ لیکن اگر کتاب اللہ میں کوئی بات ایسی نہ ملتی تو پھر وہ دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت تو نہیں ہے اگر مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر کوئی سنت بھی ایسی نہ ملتی تو نکلتے اور مسلمانوں سے کہتے کہ "اس طرح کا معاملہ میرے پاس آیا ہے۔ اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت میں میں نے تلاش کیا، مگر مجھے اس میں کوئی چیز نہ ملی۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ دیا ہو"، اکثر تو ایسا ہوا کہ لوگوں نے اٹھ کر کہا۔ "ہاں اس میں یہ فیصلہ آپ نے فرمادیا تھا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اختیار فرماتے اور کہتے "خدا کا شکر ہے، جس نے ہمارے اندر ایسے لوگوں کو بنایا جو ہمارے نبی کی باتیں محفوظ رکھتے ہیں"۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے اس چیز سے فیصلہ کیا ہے، جو مجھے اللہ تعالیٰ نے دکھائی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے سوا کسی کے لیے یہ مرتبہ نہیں بنایا۔ رہا ہم میں سے کوئی تو اس کی رائے ظن ہوگی، نہ کہ علم"۔ (اسے امام رازی نے بیان کیا ہے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "علم الاصول" میں بیان کیا ہے۔ اہل علم کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ کبھی کسی صحابی کا قول لیتے ہیں اور بعض میں اختلاف کرتے ہیں۔ "تفسیر المنار" میں ہے کہ اصولیین میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ کسی ایسے مسئلہ میں صحابی کا اجتہاد معمول بہ بن سکتا ہے جس میں نص موجود ہو، بلکہ سب نے اس سے مطلقاً منع کیا ہے اور جو کوئی قائل ہے بھی تو، وہ اس صورت میں جبکہ کوئی

نص موجود نہ ہو، اور صحابہؓ میں سے کوئی اس کا مخالف نہ ہو۔ لہٰذا مذکورہ عبارت میں جو بات بیان ہوئی ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو معیارِ حق تسلیم نہ کریں ۔ الخ وہی ہے جسے خود صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کیا ہے اور وہ آپؐ کے بعد سب سے افضل ہیں۔

عبارت مذکورہ میں اس کے بعد آخر تک جو کچھ ہے وہ سب اس کی توضیح و تشریح ہے۔ ہمارے اس بیان سے کہ عبارت مذکورہ اسلامی عقیدہ کے منافی نہیں الخ باقی سوالوں کا جواب خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

الفقیر الیہ تعالیٰ محمد امین الحسینی مفتی فلسطین

(کیا جماعت اسلامی حق پر ہے صد ۱۳۵)

(۲)

فتویٰ

الشیخ عبداللہ کنون مدیر "لسان الدین"

(صدر "اکیڈمی مولائی حسن" ★ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ حرہ، مراکش)

سوال نمبر ایک کی عبارت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہو اور نہ ہی اس سے اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہیں جو پیش کردہ سوالات سے مترشح ہوتے ہیں۔ بلکہ اس عبارت کے مفہوم پر قرآن کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں مثلاً

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (الآیۃ)

"اللہ کا رسولؐ جو کچھ تمہیں دے لے لو، اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ"

وان تطیعوہ تھتدوا

"اگر تم اس کی (یعنی رسول کی) اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے"

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

"اے محمدؐ! کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کریگا"

چنانچہ رسول صلعم ہی سب سے بڑے لیڈر رہیں کیوں کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس میں ان کی اپنی خواہش کا دخل نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی وحی ہوتی ہے اور یہ صفت آپؐ کے سوا کسی بڑے سے بڑے انسان میں بھی نہیں پائی جاسکتی اسی وجہ سے آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔

"جو لوگ اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں فتنہ یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں"

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے :۔

"اے محمد! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ تمہیں اپنے جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور پھر تم جو فیصلہ کردو، اس پر کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں"

اس آیت میں ایمان کو آپؐ کے فیصلوں کو سربسر تسلیم کرنے کے ساتھ مشروط کر دیا ہے یہی بات اس حدیث میں بھی کہی گئی ہے :۔

"خدا کی قسم، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری ہدایت کے تابع نہ ہو جائے"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جائے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے تو مومن یہی کہتے ہیں۔ سمعنا واطعنا (سنا اور مان لیا۔ دیکھئے یہاں لیحکم (وہ یعنی رسول فیصلہ کرے) کہا ہے یہ نہیں کہا لیحکما کہ وہ دونوں یعنی اللہ اور اس کا رسولؐ فیصلہ کریں کیوں کہ رسولؐ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ بھلا یہ مقام کسی اور کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

"اے محمدؐ! کہو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اگر یہ روگردانی کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا"

اس آیت میں آنحضورؐ کی اطاعت سے انحراف کو کفر قرار دیا گیا ہے اور یہ انحراف یقیناً کفر ہے۔ افسوس ہے کہ عبارت مذکورہ پر اس طرح کے شبہات اور اعتراضات پیش کر کے | معاملہ کو کس طرح اُلٹ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جس پر مذکورہ آیات دلالت نہ کرتی ہوں۔

آنحضورؐ کے علاوہ اور ہر آدمی سے جو قول اور فعل صادر ہوتا ہے وہ دو باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یا تو وہ آپ کی ہدایت اور سنت کے مطابق ہوتا ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے لیے دلائل موجود ہوتے ہیں یا اس کے برعکس اگر پہلی صورت ہے تو وہ حق ہے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن اس کا حق ہونا آنحضور

کے پیش کردہ معیار کے مطابق ہونے کی وجہ سے ہوگا نہ کہ خود صاحب قول یا صاحب فعل کی ذاتی عظمت و مرتبہ کی وجہ سے، اس کی شہادت خود قرآن دے رہا ہے۔

"اگر کسی معاملہ میں آپس میں تمہارا جھگڑا ہو جائے تو اگر تم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ کی طرف لے جاؤ۔"

اللہ کی طرف لے جانے کا مطلب اس کی کتاب کے سامنے لانا ہے اور رسولؐ کی طرف لے جانے سے مطلب اسے اس کی سنت کے معیار پر پرکھنا ہے۔ اگر دوسری صورت ہے تو یہ بدعت اور گمراہی ہے اور اس سے برأت اور اجتناب ضروری ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ -

"جس نے کوئی ایسی چیز ہمارے دین میں پیدا کر دی۔ جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔"

امام مالکؒ کہا کرتے تھے۔ ہر آدمی کے کلام کا کچھ حصہ قابل قبول ہوتا ہے اور کچھ قابلِ رد۔ سوائے اس قبر والے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔ امام غزالیؒ کا قول ہے "میں لوگوں کو حق سے پہچانتا ہوں نہ کہ حق کو لوگوں سے۔" اور اسی چیز کی نصیحت علماء کرام لوگوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور اس شعر میں بھی اسی نصیحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ترجمہ

"جب تک تم حق کو لوگوں کے ذریعہ پہچاننے کی روش اختیار کیے رکھو گے اس وقت تک تم گمراہی اور ضلالت ہی کی وادیوں میں سرگرداں رہو گے۔"

ائمہ مجتہدین نے صحابی کے قول کی حجیت میں اختلاف کیا ہے۔ بعض اس کو قابل حجت مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے اور بعض کہتے ہیں (یہ قول باجیؒ نے امام مالک

سے منسوب کیا ہے)، کہ اگر قول صحابی کے خلاف کوئی قول نہ ہو تو وہ حجت ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں اسے اجماع قرار دیا جائے گا۔ اور اگر صحابہؓ میں سے کسی نے اس سے اختلاف کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہے کیوں کہ دوسرا قول اس کی تردید کر دیتا ہے۔ اور غالباً صرف یہی ایک بات اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ کتنا ہی عظیم المرتبت کیوں نہ ہو اس کی کسی بات میں پیروی اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کے حق میں کتاب وسنت یا اجماع سے کوئی قوی دلیل موجود نہ ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح کسی بھی انسان کو مقدس تسلیم کرنا، تنقید سے بالاسمجھنا یا اس کی تقلید کرنا بغیر دلیل جائز نہیں۔ کیوں کہ یہ بات شریعت اسلامی کے خلاف ہے اور جب صحابۂ کرام، جن کا مرتبہ نبی صلعم کے بعد تمام امت سے برتر ہے کا یہ معاملہ ہو تو دوسروں کے لیے تو یہ چیز بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

ہم نے اس جواب میں بڑے نرم الفاظ استعمال کیے ہیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ مطالب بعض مسلمان فرقوں کے عقائد میں شامل ہیں۔ ہم ان کے لیے اللہ سے ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ ورنہ اگر ہم فقہاء کرام کے احکام کی پیروی کرتے، تو ہم ایسی باتیں کہنے والے یعنی جماعت اسلامی کے دستور میں درج عبارت پر تنقید کرنے والے کی تکفیر میں کچھ بھی تامل نہ کرتے۔ کیونکہ یہ تو عقیدۂ اسلامی کے اصل الاصول پر نکتہ چینی ہے اور اگر غلط فہمی کے امکان کو ہم سامنے نہ رکھتے تو ہم کہہ دیتے کہ یہ باتیں کسی عیسائی مشنری کے منھ سے نکلی ہوئی ہیں، مسلمان کی کہی ہوئی نہیں۔

ہمارے مذکورہ استدلال کے مطابق جو جماعت اس عبارت کے مضمون (رسول خدا کے بعد کسی کو معیارِ حق نہ مانا جائے) پر عقیدہ رکھتی ہے، وہ حق پر ہے،

اس کا لٹریچر پڑھنا اور اس کی طرف دعوت دینا جائز ہے۔ اسی طرح فرائض تدریس کا ان کے سپرد کرنا اور ان مدرسوں کی اعانت کرنا جن میں وہ درس دیتے ہیں، جائز بلکہ مستحسن ہے اور ہر طریقہ سے اور تمام وسائل سے ایسا کرنا چاہیئے۔ رہا ان امور میں اس جماعت کے ساتھ تعاون اور اشتراک کا مسئلہ تو اس سلسلے میں قرآن کے الفاظ پر ہی اکتفا کروں گا۔

یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما ہ

"کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تاکہ کامرانی اور شادمانی کے اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہو سکتا"

(کتاب مذکور ص۱۴۱ عبداللہ کنون)

(۳)

فتویٰ

الشیخ عبدالعزیز بن باز الاثری النجدی مدرس مسجد حرام

امابعد! میں نے سوال نمبر ایک پر غور کیا جو "جماعت اسلامی" کے دستور سے نقل کیا گیا ہے۔ میرے نزدیک یہ جملہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جو یقین واذعان اور صدق وعمل کے ساتھ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر واجب ہے کہ اس شہادت کے اس تقاضے کو پورا کرے کہ کسی انسان کی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر معیار حق نہ بنائے اور نہ اپنی رائے کے مطابق

امور کو قبول کرے، بلکہ ناگزیر ہے کہ کلام الٰہی اور کلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اساس و بنیاد قرار دے اور اس کے سوا تمام باتوں جملہ قوانین اور ہر دعوت کو اس اصول کی طرف لوٹائے۔ جو چیز اس کے موافق ہو اسے قبول کرے اور جو اس کے خلاف ہو اسے رد کرے اور کہنے والے پہ واپس لوٹا دے۔

اس طرز عقل پہ ارشاد الٰہی شاہد ہے۔ خدائے ذوالجلال فرماتے ہیں۔

وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ

"یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسری راہوں پر نہ چلو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم اس کی راہ سے ہٹا دیئے جاؤ گے"

قرآن مجید نے ان لوگوں کو جو اس اصل اصول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انتباہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم ياذن به الله

"کیا ان کے ہاں ایسے شرکا بھی ہیں جو ان کے لیے دین (نظام زندگی) میں ایسی باتیں وضع کرتے ہیں، جن کا اذن اللہ نے نہیں دیا؟"

نیز ارشاد ہوتا ہے:۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاطیعوا الرسول واولی الامر منكم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوه الی الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاٰخر ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ احسن تاويلاً

"ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی بھی جو تم میں سے اصحاب امر

ہیں۔ ہاں اگر تمہارے درمیان کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب لوٹا دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی طرزِ عمل باعث خیر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہتر بھی۔"

اہلِ تفسیر نے الی اللہ والرسول کے معنیٰ یہ کیے ہیں کہ:۔

فردوه الیٰ کتاب الله وهو القرآن والرسول نفسه فی حیاته والیٰ سنته الصحیحة بعد وفاته وهذا هو الواجب علی المسلمین وهو خیر لهم واحسن عاقبة.

"نزاع کو اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور رسولؐ موجود ہوں تو ان کی ذات اقدس کی جانب لوٹا دو اور جب وہ اس دار فانی سے رحلت کر جائیں تو ان کی سنت صحیحہ کی طرف لوٹا دو۔ تمام مسلمانوں پر یہی طرزِ عمل اختیار کرنا واجب ہے اور یہی ان کے لئے انجام کے لحاظ سے بہتر ذریعہ خیر ہے۔"

جس شخص نے نزاعی امور کو کتاب اللہ اور سنّت رسولؐ اللہ کے سوا کسی اور جانب لوٹایا اس کا انجام جہالت، ہلاکت اور بدبختی ہے اور اس رویّہ سے انسان جہنم کا ایندھن بن کر رہ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کتاب وسنت کو مرجع نہ بنانے سے اس دنیا میں بھی اجتماعی امور میں خلل واقع ہوتا ہے۔

نظام اجتماعیت معطل ہو جاتا ہے اور امور و معاملات میں افراتفری واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آج بطور واقعہ کے موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو ردّ (مسلم)

"جس شخص نے ایسا کام کیا جس پر ہماری اجازت کی مہر نہ ہو وہ مردود ہے۔"

جس جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ کتاب وسنت ہی اختلافات میں حکم ہیں اور تمام انسانوں کے اقوال واعمال کے معیار کے لیے معیار حق صرف کتاب وسنت ہی ہیں۔ وہ اس اعتقاد میں حق کی حامل جماعت ہے۔ تمام اہل اسلام پر اسی عقیدہ کو قبول کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ تمام اہل علم نے اس کی توثیق کی ہے۔

واللہ اعلم

(مہر) املاہ الفقیر الی اللہ

(عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز الاثری النجدی مدرس بالمعہد العلمی بالریاض) والمسجد الحرام (کتاب مذکور صـ۱۴۶)

(۴)

فتویٰ

الشیخ حسنین محمد مخلوف مفتی دیار مصریہ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ سیدنا محمد بن عبد اللہ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن والاہ (اما بعد)

خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عقیدۂ توحید خالص، شریعت اسلامیہ (جو تمام شرائع کی خاتم ہے) اور کتاب (ایسی کہ باطل اس کے آگے پیچھے سے قریب نہیں پھٹک سکتا) کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔ حضورؐ نے اسلام کا اولین رکن کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی فرماں داری"

نیز فرمایا:۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم۔

"انھیں بتلا دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ وہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا"

اور فرمایا:۔

وما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا

"اور رسول جو کچھ تمہیں دیں اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جس سے منع کریں اس سے مجتنب رہو"

ارشاد فرماتے ہیں:

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر

"اگر تم آپس میں کسی نزاع میں پڑ جاؤ تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو"

رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا ہے:

فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجًا مما قضیت ویسلموا تسلیمًا

"تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہوں گے۔ جب تک متنازعہ فیہ امور میں آپ

کو حکم تسلیم نہ کریں اور پھر جو فیصلہ آپ صادر کریں اسے ہر قسم کے تردّد اور گھٹن کے بغیر تسلیم نہ کریں۔"

(ان آیات میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی بات کے سامنے کامل انقیاد، اور تسلیم تام نیز تمام احکام اور نواہی میں مکمل اطاعت کو ہر شخص کے مومن ہونے کے لیے ناگزیر قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کی جانب سے مبلّغ ہیں اور وہ معصوم ہیں جن کی کسی بات کو نہ ردّ کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی خلاف ورزی کی جاسکتی ہے خواہ وہ انسان کی خواہش کے موافق ہو یا مخالف۔ حضورؐ ہی تمام اہلِ ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔ رہے آپؐ کے سوا دوسرے اشخاص تو خلق کا کوئی فرد نہ قول وفعل میں معصوم ہے۔ نہ خیال وعقیدہ میں محفوظ عن الخطار ہے۔ خواہ وہ اہلِ بیت سے ہو یا کسی اور طبقہ سے "شریعتِ حنیفہ" جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے یہی شریعت مطہّرہ ہے جو خود حق ہے اور تمام انسانوں کے اقوال، اعمال اور عقائد کے لیے معیارِ حق بھی۔ ہر شخص کے قول وعقیدہ کی اتباع، اقتدار یا مخالفت اور انکار کا مدار، اسی معیارِ حق پر ہے اور یہی شریعت اہلِ حق اور اہلِ باطل کے مابین فارق ہے۔ جو شخص بھی رسولؐ برحق کے لائے ہوئے اس معیارِ حق کی پیروی کرے گا، ہدایت یافتہ ہوگا۔ اور راہ نجات پائے گا اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے گا اور جس شخص نے اس کی مخالفت کی وہ راہِ حق سے ہٹ گیا اور گمراہ ہو کر حزب الشیطان میں جا شامل ہوا۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ ایسے شخص کی اطاعت قبول کرے جو سبیل اللہ کے سوا "دوسری راہ" کا داعی ہو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کے مرتکب کو اللہ کے نافرمان ہونے کے مقام سے کسی دوسرے مرتبہ پر خیال کرے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ جو عبارت سوال نمبر ایک میں درج ہے اگرچہ اس سے مختصر الفاظ میں اس کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ عبارت صحیح ہے۔ اس کے معنی درست ہیں۔ اور عقیدہ اسلامیہ کے ساتھ کلی مطابقت رکھتے ہیں۔ اس عقیدہ پر تمام مسلمانوں کا ایسا اجماع ہے جس میں بجز گمراہ، راہِ حق سے محروم یا کافر و منکر کے کوئی شخص بھی اختلاف نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم

حسین محمد مخلوف مفتی الدیار المصریۃ السابق لعضو
جماعت کبار العلماء، و رئیس لجنۃ الفتوی بالازہر مکۃ المکرمہ
(کتاب مذکور ص ۱۴۹)

(۵)

تائید

علامہ علی الطنطاوی قاضی دمشق

اطلعت علی السوال الجواب وما قال استاذ المفتی هوالحق لا یختلف فیه مسلمان وهو معلوم من الدین بالضرورة ومن قال بغیره من الافراد والجماعات کان ضالا مضلا خارجًا عن سبیل اهل السنة والجماعة" مکة المکرمه

(علی الطنطاوی قاضی دمشق)

"استاذی محمد مخلوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر مبنی برحق ہے اس میں کسی دو مسلمانوں

کا اختلاف نہیں ہے۔ اس کے خلاف کہنے والا ہی ضال ہے مضل ہے اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔" (کتاب مذکور ص۱۵۲)

(۶)

صاحب الفضل حضرت علاّمہ حسن الہضیبی

مرشد عام الاخوان المسلمون مصر

۱۹۵۳ء میں جب مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے عالم اسلام میں پھیل گئی۔ دنیائے اسلام کے جلیل القدر علماء کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔ ہر شخص یہ خبر سُن کر بے حد مضطرب ہوگیا لیکن حضرت علامہ حسن الہضیبی کے اضطراب کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ موصوف نے فوراً حکومتِ پاکستان کے نام ایک برقیہ روانہ کیا جو مجلّہ "منبر الشرق" قاہرہ (مصر) کی ۲۲ مئی ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ حضرت علاّمہ کی مولانا مودودی سے عقیدت ملاحظہ ہو۔

" سید ابوالاعلیٰ مودودی کی سزا کا حکم دراصل تحریک اسلامی کے حق میں ایک جرم ہے۔ اقصائے عالم کے سارے مسلمان اس حکم کو نفرت و بیزاری کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور تنسیخ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان کے ساتھ مسلمانانِ عالم کی ہمدردیاں اور روابط اسلام کی اساس پر قائم ہیں۔"

(۷)

شیعانِ عراق کے مجتہدِ اعظم حضرت الامام محمد الخالصی

اور

(۸)

عراق کے اہلِ سنت والجماعۃ کے پیشوائے اعظم علامہ امجد الزہاوی

۱۹۵۳ء میں مولانا مودودی کو سزائے موت کے اعلان پر جہاں سارا عالمِ اسلام تڑپ اٹھا وہاں شیعانِ عراق کے مجتہدِ اعظم حضرت الامام محمد الخالصی اور عراق کے اہلِ سنت والجماعت کے پیشوائے اعظم علامہ امجد الزہاوی بھی بے چین و مضطرب ہوگئے۔ دونوں عظیم رہنماؤں نے مسلمانانِ عراق کی دلی ترجمانی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل مضمون کے تار (۱) امیر فیصل الثانی المعظم ابغداد (۲) سلطان ابن السعود، سعودی عرب (۳) علامہ آیت اللہ کاشانی، ایران (۴) ڈاکٹر مصدق سابق وزیرِ اعظم، ایران (۵) وزیرِ اعظم عراق (۶) جنرل نجیب وزیرِ اعظم مصر (۷) یشیخ الازہر مصر حسن الھضیبی مرشدِ عامُ الاخوان المسلمون" مصر، اور (۸) الحاج امین الحسینی مفتیٔ اعظم فلسطین کے نام روانہ کیے۔ تار کے اس مختصر سے مضمون کے ایک ایک لفظ سے ان دونوں عظیم رہنماؤں کی مولانا مودودی سے عقیدت جھلک رہی ہے۔

"ہم آپ کو توجہ دلاتے ہیں کہ اسلام کی خدمت، مسلمانوں کے اتحاد کو برقرار

رکھنے اور مستقبل میں رونما ہونے والے اختلال کو رفع کرنے کی خاطر اور تمام مسلمانوں کے جذبات کی رعایت کرتے ہوئے گورنر جنرل پاکستان سے مولانا مودودی کی سزا کی تنسیخ کا مطالبہ کریں۔"

(اخبار "السجل" بغداد ۵ رمئی ۱۹۵۳ء)

(۹)

علامہ نورالمشائخ المجددی (مصر)

جب مولانا مودودی کو پھانسی کی سزا کا اعلان کیا گیا تھا تو حضرت علامہ نورالمشائخ المجددی نے روزنامہ "الاہرام"، قاہرہ (مصر)، ۱رمئی ۵۳ء میں جو بیان دیا تھا وہ مولانا مودودی کی عظمت کا مکمل اظہار اور واضح ثبوت ہے۔

"مولانا مودودی، جن کا شمار جلیل القدر علمائے دین میں ہوتا ہے، کی سزا کے حکم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملل اسلامیہ پاکستان سے اپنے تعلقات منقطع کرلیں۔ آج حکومت پاکستان جن لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنا رہی ہے۔ کل انھیں مردانِ حق آگاہ سے مدد چاہے گی۔ علمائے حق سے ایک دینی شخصیت کی سزا کے روپ میں یہ دین کی توہین و سزا ہے۔"

علّامہ محمد البشیر الابراہیمی

(صدر جمعیت علماء المسلمین الجزائر و رئیس التحریر اخبار "البصائر" الجزائر)

العلامۃ الاستاذ ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان کی شخصیت سے میں غائبانہ متعارف نہیں ہوں، بلکہ میں نے ان کو قریب سے پڑھا اور گہری نظر سے ان کے کمالات کا جائزہ لیا ہے۔ اس لیے اس ذاتی مشاہدہ کی بنا پہ ان کا اجمالی تعارف کرانا چاہتا ہوں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ایسی شخصیت کے مالک ہیں کہ میں نے کم ہی ایسے باکمال دیکھے ہیں، بلکہ آپ چند ممتاز خصوصیات کے لحاظ سے فرد واحد ہیں جن کی نظیر میں اس زمانہ کے علماء میں نہیں پاتا۔ مثلاً حق کے معاملہ میں نہایت سخت، مداہنت سے کوسوں دور، اور راہ حق میں ابتلاء و محن کے وقت صبر و ثبات کے پیکر مجسم، حکام وقت کے تقرب سے متنفر، خوشامد و تملق تو دور کی بات ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے جن فضلاء سے میں متعارف ہوا ہوں، یا جن کے علم و فضل کے متعلق میری غائبانہ معلومات ہیں۔ مولانا مودودی ان میں سب سے زیادہ تفقہ فی الدین رکھتے اور اسلام کے تاریخی و تشریعی حقائق پر بصیرت رکھنے والے ہیں۔ آپ معلومات کا سمندر ہیں۔ دقیقہ سنج اور بلا کے ذہین ہیں۔ روشن خیال، تدبر کے بادشاہ اور روحانیت کے صاف و شفاف آئینہ ہیں مسائل حاضرہ کو اسلامی اصول پہ تطبیق دینے میں ماہر

ہیں اور استنباط کی بے پناہ قدرت رکھتے ہیں اور اس معاملہ میں ایک مستقل جدید طرز استدلال کے موجد ہیں۔ شریعت کے مزاج شناس اور اس کے بنیادی مقاصد کے رمز آشنا ہیں اور جزئیات میں بلا ضرورت اُلجھنے سے محترز، باریک بیں، دور رس اور پیکر یقین ہیں جس کی جھلک آپ کے اعمال و کردار میں بصورت عزم و ثبات اس طرح نمایاں نظر آتی ہے جس طرح بدن پر صالح غذا کے آثار صاف طور پر نمایاں ہوتے ہیں۔ فلسفیانہ طبیعت پائی ہے۔ مگر محض عقلی گھوڑے نہیں دوڑاتے۔ جمودِ فکر و نظر کے قائل ہیں۔ مگر بے لگام رائے اور بے قید تفکر آپ کا شیوہ نہیں بلکہ حل طلب مسائل کے علمی حقائق کی عقل و تدبر سے نصوص کی روشنی میں عقدہ کشائی اور عملی و واقعاتی دنیا میں ایسے معاملات کے نفاذ و اجراء کی راہنمائی آپ کا طغرائے امتیاز ہے اور یہی چیز آپ کو ایک فلسفی سے ممتاز کرتی ہے۔

آپ عوام سے قریب تر، عام لوگوں سے گھل مل کر رہتے ہیں۔ اس کے باوجود قیادت کی ایک نرالی شان کے مظہر نظر آتے ہیں۔ آپ قرآن و حدیث پر کامل عبور اور کتب دینیہ میں ماہرانہ دستگاہ اور تطبیق و استنباط پر قدرت تامہ رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات درجنوں ہیں اور سب کی سب اردو میں ہیں، یا انگریزی میں اور اکثر و بیشتر تصانیف ان اہم اسلامی موضوعات و مسائل پر ہیں جنھیں دورِ جدید نے جنم دیا ہے اور جن کے چہرے مغربی مصنفین و مستشرقین نے اپنی چابک دستی و نارسائی فکر سے مسخ کر دیے ہیں۔

آپ علوم جدیدہ میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ موجودہ تہذیب کے نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کے بہترین تجزیہ اور میزان عدل پر موازنہ کرنے

میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ تنگ نظر نہیں کہ ان فوائد سے منکر ہوں۔ لاعلم یا سطحی معلومات کے حامل نہیں کہ ان کی ظلمتوں اور فریب کاریوں میں مبتلا ہو جائیں۔ اس معاملہ میں آپ کا موقف اور مطمح نظر نہایت ہوشمندانہ ہے۔

ہمارے ایک صدیق محترم نے مولانا ممدوح کی چند تصانیف کو عربی میں منتقل کیا ہے اور انھوں نے یہ خدمت انجام دے کر باشندگانِ عرب کو یہ موقع بخشا ہے کہ وہ مولانا محترم کے بلند نظریات اور ان کے افکار بالغہ سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ ہمارے صدیق محترم مولانا مسعود عالم ندوی ہیں۔ چند سال کی بات ہے، جب میں الجزائر میں تھا، تو مولانا ندوی نے عربی میں مترجم یہ ساری کتب ہمارے پاس ہدیۃً ارسال کی تھیں۔ یہ ساری تصانیف اسلامی موضوعات پر مشتمل ہیں۔ میں نے ان کتب میں ایک واضح فکر، گہرا تجزیہ اور محکم رائے پائی ہے۔ انداز بیان، طرز استدلال اور مباحثِ مضامین کی رفعت واہمیت میں یہ کتب آپ اپنی مثال ہیں۔ ساتھ ہی پڑھنے والے کو یہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ یہ کتب غیر زبان سے ترجمہ کردہ ہیں۔ ان اوصاف حمیدہ کے باعث ان کتب کے مطالعہ سے فکر میں پختگی، دماغ میں انجلائی کیفیت اور قلب وروح میں بالیدگی وتاثر پیدا ہونا ناگزیر ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ مصنف ومترجم دونوں کے افکار ونظریات واضح، روشن اور سلاست وتعمق کے حامل ہیں۔

ہمارے دوست مولانا مسعود عالم ندوی برعظیم پاک وہند کے ان دوگلہائے سرسبد میں سے ایک ہیں جو عربی ادب کی مہارت اور عربی تحریر وتکلم پر عربوں ہی کی طرح عبور وقدرت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے صاحب مولانا ابوالحسن علی ندوی ہیں۔ علامہ مودودی اپنے پہلو میں ایسا دل رکھتے ہیں جو مسلمانوں کی موجودہ پستی وزبوں حالی کے درد سے

تڑپتا رہتا ہے۔ اور ان کے شاندار ماضی کے عشق میں وارفتہ ہے۔آپ نظامِ اسلام کے داعی و علمبردار ہیں۔ آپ کا ایمان ہے۔ پوری بصیرت عالمانہ تحقیق و دقت نظر کے ساتھ ایمان کہ انسانی زندگی کا عادلانہ اور کامیاب ضابطۂ حیات اسلام اور صرف اسلام ہے کیوں کہ اسلامی نظام ہی ایسا نظام ہے جو عدل وقسط کا پیکر ہے۔ یہی نظام بشری رجحانات ذاتی مصالح، نسلی، قومی اور گروہی عصبیتوں اور طبقاتی مفاد سے منزہ ہے۔ اسلامی حکومت کا نظریہ آپ کے اسی فکر و بصیرت اور شرح صدر کا نتیجہ ہے۔ جماعت اسلامی کا بنیادی مقصد پاکستان میں صحیح معنوں میں اسلامی نظامِ حکومت کا قیام ہے۔ ایک کامل اور مضبوط اسلامی نظام کا قیام۔ بغیر اس کے کہ اس میں باطل کے کسی شائبے کی بھی آمیزش ہو یا اس میں کسی طرح کا ضعف و اضمحلال ہو۔ جس کا دستور کتاب اللہ کے مطابق ہو۔ جس میں حدود و قصاص اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے سارے معاملات خدا کی نازل کردہ ہدایت کے ماتحت انجام دیئے جائیں۔ مولانا مودودی کو اس موضوع پر بڑی گہری بصیرت حاصل ہے اور اپنے سامنے موصوف ایک سوچا سمجھا پروگرام، طریقہ کار اور لائحہ عمل رکھتے ہیں، بلکہ ان کے پاس ایک مکمل تیار شدہ دستوری خاکہ بھی موجود ہے جس کا کچھ حصہ مصر سے شائع ہونے والے مشہور جریدہ "المسلمون" نے شائع کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ مودودی کو نظام اسلامی کے سمجھنے میں کتنا درک حاصل ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے مطالبے کے لئے جماعت اسلامی کی محکم ترین اور وزنی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان سے الگ ہونا اس لئے گوارہ کیا اور حصولِ پاکستان کی خاطر عظیم الشان جانی و مالی قربانی اس لئے اور محض اس لئے دی کہ ان سے پاکستان

میں اس نظام اسلامی کے قیام کا حتمی وعدہ کیا گیا تھا۔ جو مسلمانوں کے دین کا تقاضا ہے۔ ان کے جذبات کا محرک اور ان کی تمناؤں کا واحد متاع ہے لیکن اگر پاکستان میں غیر اسلامی نظام ہی رائج رہے تو یہ نہ ان قربانیوں کا صلہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ حصہ کا بدل۔

جماعت اسلامی، پاکستان میں نظام اسلامی کے قیام کی جدوجہد کر رہی ہے۔ جماعت اسلامی کا یہ مطالبہ پوری قوم کا مطالبہ ہے، یا کم از کم ایسی عظیم الشان اکثریت کا جس کے مقابلے میں ملک کا وہ ایک طبقہ جو اپنی مغرب زدگی اور لادینیت پسندی کے باعث نظام اسلامی کا مخالف ہے، آٹے میں نمک کی حیثیت رکھتا ہے اور جس میں اتنی جرأت بھی نہیں ہے، کہ کھل کر میدان میں آسکے۔ اس لئے مخفی طور پر اپنا کام کرتا ہے کہ اس گروہ کو مضبوط بیرونی تائید و سہارا حاصل ہے۔ بہرحال ہم اس واقعہ کے اظہار پر مجبور ہیں کہ مولانا مودودی ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جو پاکستان میں مطلوبہ اسلامی نظام کی وضع و ترتیب پر قدرت رکھتی ہے اور وہی اتنی دقتِ نظر اور مہارت رکھتی ہے۔ کہ اسلامی نظام کو کتاب و سنت اور شریعت کے مقتضا، تشریع اسلامی کے مقاصد عامہ، اور امت کے متفق علیہ اصولوں سے مستنبط اور منطبق کر سکے اور ساتھ ہی میں یہ سمجھتا ہوں کہ مولانا مودودی کی شخصیت کسی ایک ملک اور کسی ایک خطۂ زمین سے وابستہ نہیں بلکہ وہ دنیا کے سارے مسلمانوں کو فیض رسانی کے لیئے عالم اسلام کی ایک امانت ہے۔

(چراغِ راہ، احتجاج ۔۔ ۱۹۵۳ء صا۲)

(۱۱)

الشیخ علامہ مصطفیٰ زرقا

سابق وزیر تعلیم حکومت شام

"حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی دینی فکر کے لحاظ سے امام غزالیؒ اور امام ابن تیمیہؒ کی صف کے مفکر ہیں۔"

(ماہنامہ "فاران" ص۱۷ یکم مئی ۱۹۶۳ء)

(۱۲)

مولانا مودودی علماء الجزائر کی نظر میں

۱۹۵۳ء میں جب مولانا مودودی کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا تو پورا عالم اسلام رو دیا۔ بڑے بڑے علماء کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ الجزائر کے تمام علماء نے متفقہ طور پر الاخوان المسلمون کے ترجمان "الدعوۃ" قاہرہ کی اشاعت ۳۰ رمضان ۱۳۷۲ھ میں مندرجہ ذیل بیان شائع کرایا جو مولانا مودودی کی عظمت کا بھرپور اظہار ہے۔

"مولانا مودودی کی سزائے موت محض ایک فردِ بشر کی موت کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ اسلام کی تلواروں میں سے ایک تلوار کو توڑنا ہے۔ اسلام کی آوازوں میں سے ایک آواز کو خاموش کر دینا ہے اور اسلام کے وقار و اعزاز کو مٹا دینا ہے۔ ہم جمعیۃ علماء الجزائر کی

جانب سے اور مغرب اقصیٰ کے تین کروڑ مسلمانوں کی طرف سے مولانا مودودی کو سزائے موت اور سزائے قید کے احکام واپس لینے کی درخواست کرتے ہیں؟

(۱۳)

کُل جماعت ہائے دینی مِصر

۱۹۵۳ء میں مولانا مودودی کو موت کی سزا کا اعلان سُن کر پورے عالم اسلام کی دینی جماعتیں بے چین و مضطرب ہوگئیں۔ حکومت پاکستان کو دھڑا دھڑ تار روانہ کیے گئے اور اپنی اپنی حکومتوں کے ذریعہ حکومت پاکستان پر یہ دباؤ ڈلوایا گیا کہ مولانا مودودی کی سزا منسوخ کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مصر کی تمام دینی جماعتوں نے متفقہ قرارداد پاس کی۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

"مولانا مودودی کی سزا پر عالم اسلام میں ایک ہیجان برپا ہے مصر کی تمام دینی جماعتیں مولانا مودودی کو ایک مخلص عالم اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں صفِ اول کا جلیل القدر مجاہد صادق سمجھتی ہیں۔" (اخبار منبر الشرق قاہرہ ۲۴ مئی ۵۳ء)

(۱۴)

مفکر اسلام مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مسلمانان انڈونیشیا کی نظر میں

۱۹۵۳ء میں جب مولانا مودودی کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا تو پوری دنیا

کے مسلمانوں میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ انڈونیشیا کے مسلمان بھی یہ خبر سنتے ہی بے چین ہو گئے۔ انڈونیشی مسلمانوں کے ایک جلیل القدر رہنما مجاہد اعظم عیسیٰ انصاری نے انڈونیشیا کی ۶۰ اسلامی جماعتوں کی طرف سے مندرجہ ذیل مشترکہ بیان حکومت پاکستان کے نام روانہ کیا۔ یہ بیان انڈونیشی مسلمانوں کی مولانا مودودی سے بے پناہ عقیدت کا بھرپور اظہار ہے۔ کیا مولانا مودودی کے حاسد و تنگ نظر اور مفاد پرست مخالفین اس بیان کو پڑھنے کے بعد اپنا محاسبہ کریں گے؟

"مولانا مودودی صاحب دنیائے اسلام کی امانت ہیں"

"مولانا مودودی صاحب کی اگر پاکستان کو ضرورت نہیں تو دنیائے اسلام کو ان کی ضرورت ہے۔ ہم انڈونیشیا کے مسلمان ان کے ساتھ ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے خیالات کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ مولانا مودودی دنیائے اسلام کی امانت ہیں۔

(شائع شدہ ماہنامہ چراغ راہ احتجاج نمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۵۳ء)

(۱۵)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

"مولانا ابوالاعلیٰ کی خدمات جلیلہ سے امت مسلمہ کبھی صرف نظر نہیں کر سکتی کہ ایسے کارہائے نمایاں تاریخ تجدید اسلام کے ہر باب و فصل کے لیے سرمایۂ افتخار و بدرجۂ عنوان ہیں:

مولانا گلشنِ حق کے ان لالہ وسنبل میں سے ہیں جن کی خوشبو سدا بہار ہمیشہ تعفن باطل کو مغلوب کر کے طالبانِ حق کے دل ودماغ کو معطر کرتی رہتی ہے اور جسے فنا نہیں۔

"ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما"

ابوالکلام

(مولانا مودودی سے ملیئے، از اسعد گیلانی ص۹۲)

"مولانا مودودی، ایک عدیم المثال مفکر اور بے نظیر اہل علم ہیں"

(ہفت روزہ "الامام" بہاولپور)

(۱۶)

مولانا سید سلیمان ندوی

"میں اس وقت ایک نوجوان لیکن ایک بحر ذخار کا تعارف آپ حضرات کے سامنے کرانے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ مولانا مودودی صاحب سے علمی دنیا پورے طور پر واقف ہو چکی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ اس دور کے متکلمِ اسلام اور ایک بلند پایہ عالم دین ہیں۔ یورپ سے الحاد و دہریت کا جو سیلاب ہندوستان میں آیا تھا، قدرت نے اس کے سامنے بند باندھنے کا انتظام بھی ایسے ہی مقدس اور پاک طینت شخص سے کرایا جو خود یورپ کے جدید وقدیم خیالات سے نہایت اعلیٰ طور پر کما حقہ، واقفیت رکھتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی قرآن وسنت کا اتنا گہرا اور واضح علم رکھتا ہے۔ کہ موجودہ دور کے تمام مسائل پر اس کی روشنی میں تسلی بخش طور پر گفتگو

کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ملحدوں اور دہریوں نے اس شخص کے دلائل کے سامنے ڈگیں ڈال دیں اور یہ بات واضح طور پر کہی جاسکتی ہے کہ مودودی صاحب سے ہندوستان اور عالم اسلام کے مسلمانوں کی بہت سی توقعات دینی وابستہ ہیں۔" (مولانا مودودی سے ملیئے" اسعد گیلانی ص۱۰۲)

(۱۷)

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ،

مہتمم دارالعلوم کراچی

"یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا کہ جمعیۃ علماء اسلام کے اکثر رہنما جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ کے خلاف الزامات لگانے میں جلسوں کے ذریعہ برابر مصروف ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار اور بے اطمینانی بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالی انہیں دین کی خدمت کے لیے ہدایت فرمائے۔ آمین۔

تحریک نظام اسلامی کے سلسلے میں جماعت اسلامی پاکستان سے مسلمان عوام الناس کو ضرور تعاون کرنا چاہیئے۔ آپ کی یہ بدگمانی درست نہیں کہ جماعت اسلامی حدود اللہ کو قائم کرنے کے بجائے حدود اللہ کی شکست وریخت کرنے میں مصروف ہے۔ جماعت اسلامی کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے اس اصول پر کہ "جب وہ اچھا سلوک کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر وہ برائی کریں تو ان کی برائی سے بچو" موجودہ جمعیۃ علماء وہ ہے جو اصل مرکزی جمعیۃ علماء اسلام سے علیحدہ ہوکر ایک نئے انداز سے کھڑی ہوئی ہے۔ اس کے شرکاء علماء

وہ لوگ ہیں جو پاکستان کے نظریے سے ہمیشہ مختلف رہے اور جمعیۃ علمائے اسلام کے خلاف جمعیۃ علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ مارشل لا اٹھنے کے بعد ہم نے مرکزی جمعیۃ علمائے اسلام کو اپنے خاص اعذار کی وجہ سے دوبارہ منظم نہیں کیا۔ میرا یا رفقاء جمعیۃ علماء اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا اس نئی تنظیم سے اس وقت تک کوئی واسطہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ اس کو از سر نو تشکیل کر کے صحیح مقاصد کیلئے استعمال نہ کریں۔ اس وقت اس میں میری شرکت کا بھی کوئی امکان نہیں"۔ والسلام

محمد شفیع عفی عنہ کراچی نمبر ۵ ۱۳۸۲ھ

(شائع شدہ ہفت روزہ سیر و سفر ملتان مورخہ ۱۹۶۲ء)

۱۸

مولانا قاری محمد طیب صاحب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مولانا مودودی نے اسلامی اجتماعیات کے بارے میں نہایت مفید اور قابل قدر ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ اس دور خلط و اختلاط اور تلبیس و التباس میں جس بے جگری سے مولانا مودودی نے اسلامی اجتماعیات کا تجزیہ اور تنقیح کر کے جماعتی مسائل کو صاف کیا ہے۔ وہ انہی کا حصہ ہے۔ میں انھیں اسلامی اجتماعیات کا ایک بہترین سیاسی مفکر سمجھتا ہوں اور اجتماعیات کی حد تک انھیں ایک بہترین اسلامی لیڈر مان کر ان کی تقریروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں"۔

("مولانا مودودی سے ملیئے" از اسعد گیلانی ص ۲۸)

(۲)

"جماعتِ اسلامی کے دستور کے واضعین کی عبارتوں میں صحابۂ کرام کو معیار، مینار روشنی، چراغ راہ، جامع و مکمل نمونہ، مدارِ نجات اور ان کے اسوہ کو واجب الاتباع تسلیم کیا گیا ہے۔"
(رسالہ دارالعلوم دیوبند۔ مئی ۵۷ء)

(۳)

"اس جماعت کے اصول اجتماعی میں کوئی بات خلاف شریعت نظر نہیں آتی۔"
(رسالہ دارالعلوم دیوبند جون ۵۱ء)

(۴)

"محترم مولانا مودودی صاحب نے مستقلاً اسی عنوان سے اپنی تحریک شروع کی اور اسی کی اساس پر جماعت اسلامی کے نام سے ایک ادارہ کی تشکیل کی۔ اس تحریک

متاثر کیا ہے۔ بالخصوص انگریزی تعلیم یافتہ حلقہ، جس کے سامنے اسلامی اجتماعیات کا کوئی منضبط تصور ہی نہ تھا۔ اسلام کی اجتماعی زندگی، اور خالص دینی سیاست کے بہت ہی قریب ہو گیا ہے۔ جس کے لیے قوم کو مرہون منت ہونا چاہیے۔"
("فطری حکومت" قاری محمد طیب ۴۹ء)

(۱۹)

مولانا ابوالحسن علی ندوی

مولانا مودودی کا اسلوب تحریر، محکم استدلال، اصولی و بنیادی طریق بحث اور

سب سے بڑھ کر ان کی سیاستِ فکر ہماری افتادِ طبع اور ذہنی ساخت کے عین مطابق ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قلم اپنی خداداد قدرت و قابلیت کے ساتھ ہمارے بے زبان ذہن و ذوق کی ترجمانی کر رہا ہے۔ وہ وقت کبھی نہیں بھولتا، جب ندوہ کے مہمان خانہ کے سامنے (جو دار العلوم کی مسجد کے پہلو میں ہے)۔ ہم چند دوستوں نے ۱۹۵۶ء کے "ترجمان القرآن" کے اشارات پڑھے تھے جن میں آنے والے طوفان کی خبر دی گئی تھی۔ یہ مولانا مودودی کا وہ ولولہ انگیز مضمون تھا جس کی بازگشت عرصہ تک سنی جاتی رہی، ہم سب لوگوں نے مولانا کی فراستِ خطرہ کی نشاندہی اور قوت و تحریک کی دل کھول کر داد دی۔ اس کے بعد مولانا کے جو مضامین شائع ہوتے رہے۔ ہمارا ذہن و ذوق ان کو اچھی طرح ہضم کرتا رہا"۔

("مولانا مودودی سے ملیے" از اسعد گیلانی ص۲۹)

(۲۰)

حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی

صدر مرکزی مجلس اہل حدیث پاکستان

مولانا مودودی پر آج کل جو بے شمار قسم کے بے بنیاد الزامات عائد کیے جا رہے ہیں، ان کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے ملتان سے ایک صاحب نے حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی مدظلہٗ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا۔ مولانا صحیح معنوں میں ایک خدا ترس عالمِ دین ہیں۔ آپ نے اس خط کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے۔ اگرچہ موصوف کا جواب نہایت مختصر ہے۔ لیکن اس کے مدلل اور مکمل ہونے میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں۔

کیا جاسکتا ہے۔ موصوف نے لکھا ہے :۔

"اس سلسلے میں خود مولانا مودودی صاحب سے دریافت کیا جائے۔ ان کا جواب صحیح ہوگا اور شکوک وشبہات کو دور کردے گا۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ ان کے متعلق یہ الزامات صحیح نہیں ہیں۔ اس قسم کے بے سروپا الزامات لگانا دیانت کے خلاف ہے۔ والسلام"

(۱)

استاذ العلما مولانا محمد ادریس کاندھلوی مدظلہٗ

جماعت اسلامی کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

بندہ کسی جماعت یا جمعیتہ میں شریک نہیں اور نہ کسی حیثیت سے کسی جماعت میں شامل ہے۔ جماعت اسلامی جو اس وقت ملک میں اسلامی نظام قائم کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ اس کا شرعی حکم مسلم لیگ کا سا ہے۔ جیسے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے بمقابلہ کانگریس مسلم لیگ میں شرکت کا فتویٰ دیا تھا۔ اسی طرح اب پاکستان میں جماعت اسلامی ہے۔ جو اسلامی نظام کی جدوجہد کر رہی ہے۔ اس میں فقط اسی حد تک تعاون ضروری معلوم ہوتا ہے، اور جو لوگ جو جماعتیں فقط قومیت یا وطنیت یا بلالحاظ اسلام محض جمہوریت کے نام پر ہیں وہ سب کانگریس کے حکم میں ہیں۔ ان سے اجتناب ضروری ہے۔ باقی اس مقصد (قیامِ نظام اسلامی) کے علاوہ جماعت اسلامی کے کیا کیا معتقدات ہیں۔ ان کا مجھے علم نہیں اور محض سنی سنائی پر حکم لگانا جائز نہیں۔

لم تقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه
هينا وهو عند الله عظيم ۵

اس لیے یہ گزارش ہے کہ جتنا مقصد صراحۃً اور بلا دغدغہ شریعت کے مطابق ہے۔ اس میں اس جماعت سے تعاون کیا جائے اور باقی مسائل میں فقہاءِ کرام کی تقلید اور اتباع کو ضروری اور ذخیرۂ عادت اور سرمایۂ آخرت جانیں میرا مقصد یہ ہے کہ صحیح مقصد میں جو شریعت کے مطابق ہو، اس میں تعاون کریں۔ باقی اعمالِ دینیہ میں فقہ حنفی کے مطابق جو فقہاء کرام کا فتویٰ ہو اس پہ چلیں۔

محمد ادریس غفرلہ
۵ رجب الحرام ۱۳۸۲ھ

(شائع شدہ ہفت روزہ "سیر و سفر" ملتان و ہفت روزہ "شہاب لاہور ۵ ۲/۶۳)

مندرجہ ذیل علماء نے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے اس بیان سے اتفاق کرتے ہوئے ہفت روزہ "شہاب" لاہور میں اپنا تائیدی بیان شائع کرایا جو بعد میں ہفت روزہ "سیر و سفر" ملتان میں شائع ہوا۔

(۲۲) (مفتی سید) سیاح الدین کاکاخیل۔ فاضل دیوبند۔ لائلپور۔
(۲۳) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔ فاضل دیوبند، لائلپور۔
(۲۴) حضرت مولانا عبدالغنی مسجد کوہِ نور مل، لائلپور۔ (فاضل دیوبند)
(۲۵) مولانا محمد احمد، فاضل قائم العلوم ملتان۔ لائلپور۔
(۲۶) مولانا عبدالسلام فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور۔
(۲۷) عبدالرشید ارشد، فاضل جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی۔ لائلپور۔

(۲۸) مولانا محمد مسلم قاسمی۔ فاضل مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان، لائلپور

(۲۹) مولانا محمد انور کلیم فاضل وفاق المدارس (خیر المدارس ملتان)، لائلپور

(۳۰) مولانا محمد عبد القیوم، فاضل جامعہ اسلامیہ، نیو ٹاؤن۔ کراچی۔ لائلپور۔

(۳۱) مولانا محمد امین، معلم اسلامیات، اسلامیہ ہائی اسکول۔ گمٹی لائلپور

(۳۲) مولانا محمد سرور۔ فاضل قاسم العلوم، ملتان

(۲۱)

مولانا مناظر احسن گیلانی فاضل دیوبند

"مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ان کی سلیم الفطرت، متوازن دماغ اور گہری نظر یہ مجھے ہمیشہ اعتماد رہا ہے۔ وہ ایک خداداد سلیقے سے سرفراز ہیں۔ مسائل میں ان کی نظر محیط اور ہمہ گیر واقع ہوئی ہے۔ بحث کا مشکل سے ہی کوئی ایسا پہلو باقی رہ جاتا ہے۔ جسے ان کے قلم نے تشنہ چھوڑا ہو۔ طرز ادا دل نشین، طریقۂ تعبیر دل آئینہ، اس کے ساتھ ان کی فطرت کی بلندی کی شہادت تو متعدد بار ادا کر چکا ہوں۔ خود خاکسار نے مولانا عبد الباری کی رفاقت میں مولانا موصوف سے جامعہ عثمانیہ کی پروفیسری کی طرف ایک دفعہ نہیں، بار بار توجہ دلائی۔ لیکن جس وقت ان کے مالی ذرائع قریبًا صفر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس وقت انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ مولانا نے ہمارے اس مشورے کو مسترد فرما دیا۔

غبار قلب کے مقام رفیع پر جو اپنے قدم استوار کر چکا ہو اور ذہنی و دماغی اور تحریری وانشائی حیثیت سے ان خداداد صلاحیتوں کا مالک ہو۔ زیادہ عرض کرنے کی تو جرأت

نہیں کرسکتا۔ لیکن میں اتنا عرض کردوں کہ حق تعالیٰ نے مودودی کے ساتھ جو غیر معمولی فیاضیاں فرمائی ہیں۔ اور ایمان کی جو راسخ قسم کی روشنی کم از کم مجھے ان کے سینے میں جگمگاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے انتہاء اور بے لاگ اعتماد کی دولت سے وہ سرفراز فرمائے گئے ہیں۔ نیز اسی کے ساتھ مختلف قسم کی اچھی اچھی قابلیتوں کے شباب عالمین ان کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ تمام ایمانی و علمی و ذہنی قوتوں کے ساتھ الدعوت الی سبیل اللہ کو نصب العین بنا کر اگر وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور اردو، انگریزی، ہندی زبانوں میں کچھ دن بھی کام کیا گیا تو ممکن ہے کہ قبول کرنے میں لوگ جلدی نہ کریں۔ لیکن اسلام جن فطری سوالوں کا جواب ہے کم از کم قلوب میں ان سوالوں کے شعلے تو انشاء اللہ تعالیٰ بھڑک ہی اٹھیں گے۔"

(مولانا مودودی سے ملئے از اسعد گیلانی ص ۹۵)

(۲)

"شاید ہی کوئی بدبخت مسلمان ہوگا، جس کے دل سے مولانا مودودی صاحب کے ان بلیغ دائرہ انگیز اور دلدوز مضامین پڑھ کر دعائیں نہ نکلتی ہوں اور آج بھی ایسا کور نصیب، کوتاہ بخت، سیاہ سینہ کون مسلمان ہوگا جس کے دل میں مولانا کی اس خالص قرآنی دعوت سے اختلاف کی جرأت ہو سکتی ہے۔" (اخبار صدق ۱۸ اگست ۵۱ء)

(۳۴)

فتویٰ

مولانا مفتی محمد سعید صاحب ندوی مفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دستور جماعت اسلامی کی ہر دفعہ کو بغور پڑھا۔ کوئی بات خلافِ شرع نہیں معلوم ہوئی

بلکہ اس پر پابندی سے عمل کرنے والا اور اس کے مطابق اشاعت اسلام کرنے والا قابل ستائش ہے اور عنداللہ اجر کا مستحق ہے اور دین اسلام کی صحیح خدمت ہے۔ طریقہ کار کا اختلاف دوسری اسلامی خدمت کرنے والی جماعتوں سے ضرور ہے مگر یہ اختلاف اصل اسلام اور شریعت پر ضرر رساں نہیں معلوم ہوتا اور ہر داعی الی اللہ اور مصلح اپنی نیت اور خدمت کے مطابق عنداللہ اجر و ثواب کا مستحق ہے"۔

مندرجہ ذیل علمار نے مندرجہ بالا تحریر سے متفق ہو کر دستخط کیے۔

(۳۵) محمد ظہور ندوی
(۳۶) مولانا عبدالحفیظ فاضل دیوبند
(۳۷) مولانا محمد حلیم عطا
(۳۸) مولانا ابوالعرفان (شیخ الحدیث)

(کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟) ص۱۵۶

(۳۹)

فتوٰی

مولانا احمد حسن خاں صاحب

سابق مفتی محکمہ شرعیہ ٹونک

"میں نے جماعت اسلامی کا دستور من اولہ الی آخرہ پڑھا۔ اس میں کوئی بات ایسی نہیں، جسے دیکھ کر کہا جا سکے کہ یہ اللہ کے نزدیک ناپسند اور رسول علیہ السلام کی ناراضی کا باعث ہے۔ جس مقصد اور نظریہ کی تبلیغ جماعت اسلامی کرنا چاہتی ہے وہ وہی مقصد اور نظریہ ہے جس کی طرف انبیاء علیہم السلام نے انسانوں کو بلایا اور بندگان خدا کو دعوت دی ہے اللہ کے نزدیک ایسے ہی کام وزنی اور لائق اجر ہیں"۔

کتاب مذکور صہ۱۵۶ (احمد حسن خاں سابق مفتی محکمہ شرعیہ ٹونک)

(۴۰)

مولانا عبدالہادی صاحب قاضی

محکمہ قضا بھوپال

ہندوستان میں جماعت اسلامی جو عرصۂ دراز سے اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام انجام دے رہی ہے۔ از روئے شرع شریعت اس کے مقاصد اور طریقہ کار میں کوئی بات قابل اعتراض نظر نہیں آتی ہے۔ اور جو شخص اس کے اسلامی قواعد کے مطابق تبلیغ واشاعتِ اسلام کا کام انجام دے اس کا یہ کام اللہ پاک اور رسول علیہ الصلوٰۃ کے نزدیک پسندیدہ اور لائق اجر ہو گا۔"

محمد عبدالہادی
قاضی محکمہ قضار ریاست بھوپال
(کتاب مذکور صہ۱۵۷)

(۴۱)

فتویٰ

مولانا عرفان خاں صاحب سابق مفتی عدالت شرع ٹونک

"خادم شرع نے جماعت اسلامی کا مُرتّبہ دستورالعمل مطبوعہ محرم ۱۳۶۹ھ کا غور وخوض کے ساتھ مطالعہ کیا۔ اس دستورالعمل کی کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے۔ جو اسلامی اصول کے خلاف ہو۔ اور ایک سلیم الطبع انسان اس کو دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ مقاصد اور اغراض جو اس دستور کے ہیں وہ بالکل احکامِ شرعیہ کے موافق ہیں اور اس دستور کے مطابق تبلیغ واشاعت علمار کی نظر میں لائق اجر اور پسندیدہ ہے۔"

محمد عرفان خاں
سابق مفتی عدالت شرع شریف ٹونک
کتاب مذکور صہ۱۵۸

(۴۲)

فتویٰ

مولانا عبدالرحمٰن صاحب چشتی سابق مدرس دار العلوم خلیلیہ ٹونک

"ہندوستان میں ایک جماعت، جماعت اسلامی کے نام سے تبلیغ واشاعت دین کا کام کر رہی ہے۔ ایک صاحب نے اس جماعت کا دستور العمل جو مطبوعہ ہے اور دیگر کتب (تجدید و احیائے دین اور تفہیمات) میرے پاس بھیجی ہیں اور مجھ سے خواہش کی ہے کہ دستور العمل اور کتب مذکورہ کو دیکھ کر اپنی رائے کا اظہار کر دوں۔ میں نے ان کتب کو بہ امعانِ نظر دیکھا میرے نزدیک ان کتب کے اندر کوئی بات خلافِ شریعت نہیں ہے اور اس کے دستور کے مطابق تبلیغ اسلام کا کام عین دین اور شریعت کا منشا اور خدا و رسولؐ کے احکام کی تعمیل ہے۔ اللہ ایسا کام کرنے والوں کو اجر دے گا۔

کسی فقرے کو سیاق و سباق سے الگ کر کے یا کاٹ چھانٹ کر کے اعتراض کرنا، اور اسے شائع کرنا دیانت اور تقویٰ کے خلاف بات ہے، جس سے مسلمانوں میں انتشار پھیلتا ہے اور اس طرح بدنما مطلب نکال کر مؤلف کی طرف منسوب کرنا اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔ ہاں جہاں ایسے مطلب کا اشتباہ پیدا ہوتا ہو۔ وہاں پر مصنف کا وہ مضمون دیکھنا چاہیئے، جو خاص اس موضوع پر ہو۔ یا خود مؤلف سے صفائی طلب کرنا چاہیئے۔ اگر وہ بھی اس بدنما مطلب کو قبول کرے، تب اعتراض ہو سکتا ہے۔ باقی رہے فروعی اختلافات تو ایسے اختلافات تو ہمیشہ ہوتے چلے آئے ہیں لیکن ان کتب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اہل سنت والجماعت کے مسلمہ عقائد کے

خلاف ہو، چہ جائے کہ کفر و گمراہی کی بات، بلکہ ان کتابوں کو پڑھنے سے اسلام دل میں جمتا ہے۔ اور قرآن اور حدیث کی اتباع اور صحابہ اور صلحائے اُمّت کی پیروی کا جذبہ اُبھرتا ہے اور یہی بات جماعت اسلامی کی تحریک سے متاثر ہونے والوں میں عملاً دیکھی جارہی ہے۔ خداوند تعالیٰ تعصب اور حسد سے بچائے اور مسلمانوں کو نیک توفیق دے۔"

(مولانا) عبدالرحمٰن چشتی

(کتاب مذکور ص۱۵۱) سابق صدر مدرس دارالعلوم خلیلیہ ریاست ٹونک

(۴۳)

مولانا محمد منظور نعمانی

"مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی خدمات اور حسنات میں جس چیز کی اس عاجز کی نظر میں سب سے زیادہ اہمیت اور قدر ہے، وہ یہ ہے کہ بلا مبالغہ ہزاروں ایسے نوجوان ہوں گے جو مغربی تعلیم اور اس کی الحاد پرور فضا کے اثرات سے تشکیک اور بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہو کر اسلام سے بالکل نکل چکے تھے۔ اور اس میں مرجانے کی صورت میں بلاشبہ جہنم میں ان کا ٹھکانہ ہونے والا تھا۔ لیکن مولانا مودودی کی تحریروں نے اور جماعت اسلامی کی دعوتی سرگرمیوں نے ان کو نہ صرف پھر مسلمان بنا دیا، بلکہ ان میں سے بہت سوں کا تعلق دین سے اس قدر گہرا ہو گیا اور ان کی زندگی میں دین کا ایسا رنگ آگیا کہ بہت سے پشتینی اور موروثی دین دار بھی ان سے سبق لیں اور عبرت حاصل کریں۔"

(مولانا مودودی سے ملئے)

(۲)

مولانا مودودی صاحب کے مسلک کے بارے میں

" مولانا مودودی کا مسلک اور طریق عمل اس بارے میں وہ ہے جو حنابلہ میں حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کا اور حنفیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا تھا۔"

(۳)

مولانا مودودی کی شخصیت کے بارے میں

"امیر میں جو اوصاف ہونے چاہئیں۔ ان کے لحاظ سے بحیثیت مجموعی مولانا مودودی صاحب سے زیادہ بہتر بلکہ ان کے برابر بھی ہم نے شرکا میں کسی کو نہیں پایا۔ اس لئے سب نے انھیں کے متعلق رائے ظاہر کی اور انھیں سے اس کو قبول کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ وہی جماعت کے امیر منتخب کیے گئے۔"

(ماہنامہ تجلی۔ دیوبند۔ فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۱، ۴۲)

(۴۴)

مولانا صدر الدین اصلاحی

جماعت اسلامی کو جڑ سے اکھیڑنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگانے والوں کی خدمت میں مولانا موصوف درخواست فرما رہے ہیں کہ مسلمان کیسی تمنا کرے بالخصوص اغوا شدہ جمیعت علماء اسلام والے متوجہ ہوں :۔

"اگر میرے اندر اتنی غیرت اور ہمت موجود نہیں ہے کہ اللہ کے دین کو زندہ اور قائم کرنے کے لیے قدم بڑھا سکوں۔ تو میرے ایمان کا کم از کم تقاضا یہ تو ہونا چاہیئے کہ اس کی تمنا سے اپنے قلب و دماغ کو ایک لمحہ کے لیے بھی خالی نہ ہونے دوں۔ اور کچھ اللہ کے بندے اس کے لیے قدم اٹھا رہے ہوں تو ان کے لیے اخلاص عمل ثبات قدم، نصرت حق، حسن انجام اور فوز مرام کی دعائیں کروں لیکن اگر اتنا بھی نہیں ہو سکتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غیرت حق کی آخری چنگاری بھی میرے اندر بجھ رہی ہے اور اگر اس سے آگے بڑھ کر میں اس دعوتِ حق (جماعت اسلامی) کو فتنہ قرار دے دوں، اور لوگوں کو اس کی طرف بڑھنے سے روکنے لگ جاؤں، اور اس کے لیئے حوادث روزگار کی تمنائیں کروں تو میری بدبختی کی یہ انتہا ہو گی۔ اور ایسی صورت میں مجھ کو اسلام کا نام لیتے ہوئے شرم معلوم ہونی چاہیئے"

(ماہنامہ تجلی۔ فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۲)

(۴۵)

افضل العلماء ابوالفیض مسولوی خطیب اعظم بنگلور

"جماعت اسلامی کے خلاف علمائے کرام نے جھوٹے اور غلط قسم کے پروپیگنڈہ کیے ہیں۔ جتنے اعتراضات علمی قسم کے تھے سب کے جوابات دیے گئے۔ بُرا ہو تعصب کا علمائے کرام کی آنکھوں پر یہ بدترین قسم کا چشمہ لگ گیا ہے۔ اب کسی بات کو علم و عمل کی روشنی میں حل کرنے کے بجائے جماعتی تعصب اور گروہی عصبیت سے حل کیا جانے لگا ہے۔ جماعت اسلامی نے اردو زبان میں دین کا ایسا لٹریچر تیار کیا ہے جس کی مثال

نہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ جو کمیونزم، سوشلزم اور الحاد و دہریت کی گود میں جا چکا تھا۔ اس جماعت کے لٹریچر نے ایسے انوکھے انداز میں اسلام کی طرف موڑا ہے جس سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ جو کوئی بھی جماعت اسلامی کو عملی انداز میں سمجھنا چاہے اس کا لٹریچر پڑھ کر سمجھے اور فیصلہ کرے۔

مجھے صرف ان لوگوں کی خدمت میں چند موٹی موٹی باتیں عرض کرنی ہیں جو آج تک بھی جماعت اسلامی کو ضال اور مضل اور قادیانی جماعت سمجھ رہے ہیں۔ جماعت اسلامی میں سینکڑوں علمائے کرام موجود ہیں جن میں دیوبند کے فاضل بھی ہیں، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ بھی ہیں۔ مظاہر علوم سہارنپور، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، جامع دارالسلام عمر آباد، اور باقیات الصالحات ویلور وغیرہ کے فارغ حضرات بھی شامل ہیں۔ جہاں کچھ علماء مخالفت کر رہے ہیں۔ وہاں کچھ موافقت بھی تو کر رہے ہیں۔ کیا کسی گمراہ جماعت کی موافقت میں ہر طرز فکر کے علماء اکھٹے ہوسکتے ہیں؟

گذشتہ چند سال پیشتر مولانا منظور نعمانی، مولانا صبغت اللہ بختیاری، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا علی میاں جیسے اکابر حضرات سالہا سال تک جماعتِ اسلامی سے وابستہ رہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی ضال و مضل اور گمراہ جماعت میں ایسے چوٹی کے علماء اتنے سال تک شریک رہ سکتے ہیں اگر بعد میں کچھ علماء نے ساتھ چھوڑ دیا تو یہ سمجھ کر نہ چھوڑا ہوگا کہ ہم بالکل گمراہ ضال و مضل جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں، بلکہ کچھ جزوی اختلافات درپیش ہوئے جن کی وجہ سے ان اکابر نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ خدانخواستہ یہ اکابر یہ کہدیں کہ بھائی، ہم واقعی ایک قادیانی قسم کی جماعت میں شریک رہے اور اب توبہ

کرتے ہیں، تو امت کے لیے اس سے بڑی ٹریجڈی اور کچھ نہ ہوگی کہ جن کو امت اپنا رہنما اور پیشوا سمجھتی ہے وہ اگر دس، بارہ سال تک ایک قافلے کے ساتھ چلتے رہے، پھر بارہ سال کے بعد احساس ہوا کہ وہ گمراہ جماعت کے ساتھ چل رہے تھے تو پھر ان اکابر کی رہنمائی کا کیا اعتبار ہوگا۔ ممکن ہے اب یہ اکابر جو راستہ چل رہے ہیں، اس کے بارے میں بھی دس سال بعد انکشاف فرمادیں کہ اُف ہم تو پھر غلط راستے پر چلتے رہے تو فرمائیے یہ رہنمائی بصیرت پر مبنی ہوگی یا طرفہ تماشائی پر؟

جماعت اسلامی میں جب یہ لوگ پہلی مرتبہ داخل ہو رہے تھے۔ تو یہ سوچ سمجھ کر ہی داخل ہو رہے تھے اور بالفرض اگر آدمی بغیر سوچے سمجھے کسی جماعت میں شریک ہو جائے تو کیا سالہا سال تک اس جماعت کی گمراہی اس پر واضح نہ ہوگی؟

صرف مولانا منظور نعمانی صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیے کہ انھوں نے جماعت اسلامی میں شریک ہونے سے پہلے کس قدر تحقیق کی تھی۔

"جماعت اسلامی میں شرکت کے لیے جو لوگ مختلف مقامات سے آئے تھے نہ صرف ان کی گفتار سے، بلکہ عام طرزِ عمل سے بھی اخلاص لِلّٰہ اور دینداری کا رجحان میں نے نمایاں پایا یہ لوگ عموماً اس جماعت اور دوسری عام سیاسی جماعتوں اور اداروں کے فرق کو سمجھنے والے تھے۔ ان میں باضابطہ علماء کی بھی ایک خاص جماعت تھی۔ ان میں مختلف مکاتب خیال کے فیض یافتہ حضرات تھے۔ مثلاً مجھ جیسے دیوبندی حنفی بھی، اور پھلواری اور ندوی بھی، نیز سلفی المسلک اہلِ حدیث بھی۔ مگر بحمداللہ سب ان مسالک کے جزدی اختلافات اسی حدود کو صحیح طور پر سمجھنے والے اور وقت کے دینی تقاضوں کا احساس

رکھنے والے تھے

علاوہ ادر چیزوں کے ان جدید تعلیم یافتہ حضرات میں ایک خاص چیز میں نے یہ محسوس کی کہ وہ قریب قریب سب ہی اس کا احساس رکھتے تھے۔ کہ جماعت اسلامی جس کام کو لے کر اٹھ رہی ہے وہ خالص دین ہے اس لیے اس میں بڑی حصہ داری اور ذمہ دارانہ رائے زنی کے لیے علم دین کی ضرورت ہے۔ کسی اجتماعی کام کے متعلق یہ احساس و اعتراف آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ طبقے میں بالکل مفقود ہوتا جا رہا ہے اور نتائج کے لحاظ سے یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اس لیے جماعت اسلامی میں شریک ہونے والے انگریزی داں حضرات کی اسلامی طرزِ فکر کو دیکھ کر مجھے بڑی قدر ہوئی۔

سب سے زیادہ جس چیز سے میں متاثر ہوا وہ اس اجتماع کا یہ اصول اور طرزِ عمل تھا کہ ہر معاملہ میں کتاب و سنت اور صحابہ کرام کا طریق ہمارے لیے حکم ہوگا۔ اجتماع میں جو کچھ ہوا وہ رسمی اصول و آئین کے تحت ہوا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ بعض امور میں رائیں مختلف ہوئیں، مگر کتاب و سنت یا تعامل صحابہ کرام سے جب کسی ایک جانب کی ترجیح معلوم ہوگئی۔ تو سب نے بلا چوں و چرا اسی کو تسلیم کر لیا، حتیٰ کہ جماعت کے آئین کے بارے میں بھی اسی اصولِ دین کو چراغ راہ بنایا گیا"

(الفرقان لکھنؤ۔ ماخوذ حکمتِ الہیہ حافظ ابو محمد امام الدین رام نگری)

عالمِ اسلام کے علمائے کرام نے جماعت اسلامی کے حق میں جو رائیں ظاہر

کی ہیں. معاندین اس کو بار بار پڑھیں اور اگر انصاف کرنے والا ذہن اور ایمان رکھنے والا قلب مردہ نہیں ہوچکا اور نور بصیرت باقی ہے تو خدارا رات کی تنہائیوں میں جب ذکر و فکر کی محفل گرم ہوتی ہے۔ اس موقع پر سوچیں کہ جس جماعت کا برحق ہونا سورج کی شعاعوں کی طرح واضح ہے. جس کے حق میں سیکڑوں معتبر اور ثقہ علماء کی رائیں موجود ہیں۔ اس جماعت کو ضال و مضل، گمراہ اور قادیانی وغیرہ کہہ کر اپنا ایمان غارت کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

جماعت اسلامی کے برسرِ حق ہونے پر ہند و پاک کے علماء کے علاوہ مکہ، مدینہ مصر، فلسطین، دمشق، مراکش وغیرہ کے معتبر علماء نے اتفاق کیا ہے۔ اب میں ادب کے ساتھ خدا اور رسول کا واسطہ دے کر اس بھولے" سائل" سے (جو یہ کہتا ہے کہ جماعت اسلامی کے گمراہ ہونے پر امت متفق ہے) پوچھتا ہوں۔ کہ جماعت اسلامی کے گمراہ ہونے پر جو امت متفق ہو چکی ہے وہ امت زمین پر ہے یا آسمانوں میں۔

رہا کچھ علماء کا اختلاف کرنا تو ہمیں بتایا جائے کہ دنیا میں وہ کون سی جماعت ہے. جس سے کوئی اختلاف نہ کرتا ہو، یا وہ کون سا عالم ہے کہ جس کی کسی نے مخالفت نہ کی ہو؟ تبلیغی جماعت، دیوبندی مسلک، بریلوی مسلک، مظاہر بیت، ندویت یا کوئی اور ادارہ کم سے کم ایک عالم ہی ایسا بتائیں جس کی مخالفت کسی نے نہ کی ہو۔

کسی جماعت یا ادارے یا کسی شیخ اور عالم کی کچھ لوگ اگر مخالفت کریں تو یہ فرمانا کہ امت متفق ہو گئی ہے اس کی گمراہی پر اپنے جذبات کی تسکین تو ہو جائے گی، مگر حقائق نہیں بدلا کرتے"! (ماہنامہ تجلی صفحہ ۴۰، ۴۱، ۴۲ فروری ۱۹۶۳ء)

(۴۶)

مولانا عامر عثمانی فاضل دیوبند

نبیرۂ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

مولانا مودودی ہی وہ شخص ہیں، جن کی ذہانت، انشا پردازی، فہم دین اور بے انداز خلوص و شوق نے نہ صرف پاکستان، بلکہ تمام دنیائے اسلام کو ایک ایسا عظیم الشان لٹریچر دیا کہ اگر کوئی قدردان ہو تو اس کے صلے میں ہفت اقلیم بھی کم ہیں۔ ان کے پیش کردہ لٹریچر کا ایک ایک صفحہ موتیوں سے تولنے کے قابل ہے۔" (چراغِ راہ احتجاج نمبر ص۱۱۷)

(۴۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مبارکپوری

عبارت مذکور فی السوال بلاشبہ مومن و مسلم کا عقیدہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہی ہر مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیئے۔ اس عبارت میں جو کچھ ہے کتاب و سنت سے ماخوذ ہے، اس عبارت سے نہ کسی نبی سابق کی تکذیب لازم آتی ہے اور نہ کسی صحابی کی توہین و تنقیص ہوتی ہے اور نہ اس سے آنحضرت صلی اللہ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ (عبید اللہ رحمانی مبارکپوری، شیخ الحدیث)

مولانا ظفر احمد صاحب (۴۸) عثمانی۔ تھانوی

کلمہ اسلام کے دوسرے جزو "محمد رسول اللہ"، کے معنیٰ یہ ہیں کہ اب معیارِ حق سیدنا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی انسان نہیں ہے۔" اس لیے یہ عبارت ہر مرد مومن و مسلم کا عقیدہ ہے اور ہونا چاہیے، امام مالکؒ کا قول ہے:

ظاہر ہے کہ امام مالک کی مراد غیر انبیاء ہیں۔ یہی مراد اس عبارت کی ہے۔ اس سے خواہ مخواہ انبیاء، و اولیاء کی توہین و تکذیب نکالنا زبردستی ہے۔ (ظفر احمد تھانوی)

(۲)

میں نے مولانا مودودی کا نام لے کر کہیں ان کی مخالفت یا مذمت نہیں کی۔ یہ اور بات ہے کہ کسی نے زید و عمر کے نام سے سوال کیا ہو اور مولانا مودودی کی عبارتوں کو کتر بیونت کر کے مجھ سے سوال کیا ہو کہ ایک شخص ایسا کہتا ہے۔ اس کی نسبت آپ کا کیسا خیال ہے اور میں نے زید و عمر پر فتویٰ لگا دیا ہو۔ اس نے اس کو مولانا مودودی پر چسپاں کر دیا ہو"

والسلام۔ ظفر احمد عثمانی۔ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

(شائع شدہ ہفت روزہ "شہاب" لاہور، ہفت روزہ سیر و سفر ملتان ۳۱ ۸/۶۲)

(۴۹)

استاذ العلماء مولانا محمد چراغ صاحب فاضل دیوبند

صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ

بتوفیق اللہ اقول

(۱) مذکورہ عبارت جماعتِ اسلامی کے دستور میں کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کی گئی ہے کلمہ کے دوسرے جزو محمد رسول اللہ کے تحت یوں لکھا گیا ہے کہ:

"اس عقیدے کے دوسرے جز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کا مطلب

یہ ہے کہ سلطانِ کائنات کی طرف سے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو جس آخری نبی کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطۂ قانون بھیجا گیا اور جس کو اس ضابطے کے مطابق کام کر کے ایک مکمل نمونہ قائم کر دینے پر مامور کیا گیا، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس امر کو واقعی تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ (۱) انسان ہر اس تعلیم اور اس ہدایت کو بے چوں وچرا قبول کرے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ دوسرے انسانوں کی پیروی صرف اس حد تک ہو جس حد تک وہ رسولِ خدا کے پیرو ہوں۔ (۴) وہ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں خدا اور اس کے رسولؐ کی سنت کو حجت سند اور مرجع قرار دے (۶) رسولِ خداؐ کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو۔ اس کو اسی درجہ میں رکھے۔

اس عبارت میں محمد رسولؐ اللہ کے اقرار واعتراف کے نتائج کو بیان کیا جا رہا ہے اگر آپؐ ہی کو آخری رسول مانا ہے تو بالاتر از تنقید اور معصوم بھی صرف آپؐ ہی کی ذات مقدس ہوگی۔ کیونکہ معصوم اور بالاتر از تنقید ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ آپؐ سے ثابت شدہ احکام کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ بحکم خداوندی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ عبارت میں جس مسئلہ اور عقیدہ کا بیان کیا گیا ہے۔ بالکل صحیح اور درست ہے اسی کو علماء وائمہ کرام نے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو ارشاد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ قال مالک ما من احد کلامہ الا ماخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عقد المجیدہ ص ۱۸۵، ۹ (ولی اللہ دہلوی)

مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی کوئی بات ماننے کی ہوتی ہے اور کسی کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ آپؐ کا ارشاد ماننا ضروری ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد بھی سُن لیا جائے۔ لا حجۃ فی قول احدٍ دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وان کثروا ولا فی قیاس ولا فی شئ وما ثم الا طاعت اللہ ورسولہ بالتسلیم (عقد المجید ص۹۷، ۹۸)
یعنی کسی بات کی سند اور حجت نہیں ہے۔ اگرچہ کہنے والے کتنی ہی اکثریت میں کیوں نہ ہوں، سوائے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا فرمان ہے وما کان الامام احمد یقول لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام (عقد المجید ص۶۵) یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کسی کا کلام نہیں چل سکتا۔ یعنی حجت اور سند صرف یہی دو ہیں۔ حضرت ابو حنیفہؒ کا قول ہے: اذا ثبت عن الرسول فعلی الرأس والعین واذا جاء عن الصحابہ مختاروا اذا جاء عن التابعین فھم رجال ونحن رجال۔ یعنی جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہو بسر و چشم، اور جب صحابہؓ کے چند اقوال ہوں گے۔ تو ان میں سے ہمیں انتخاب کا حق ہے اور رہے تابعین، وہ ہمارے ہمعصر ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا اپنا خود یہ بیان ہے کہ لم نومن بفقیہ ایا کان انہ ادحی اللہ الیہ الفقہ وفرض علینا طاعۃ وانہ معصوم (حجۃ اللہ مصری ص۱۵۶) یعنی کسی فقیہ دین کے متعلق خواہ وہ کوئی ہو، ہمارا یہ ایمان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فقہ بصورت وحی بھیجی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اس کی اطاعت اور غلامی فرض کر دی ہے۔ اور یہ کہ وہ فقیہ معصوم ہے۔

الحاصل، مندرجہ بالا اقوال میں بہ الفاظِ دیگر وہی بات کہی گئی ہے جس کو جواب طلب عبارت میں ادا کیا گیا ہے، سو وہ تو بالکل صحیح عقیدہ اور نظریہ ہے۔

جوابات:۔

(۱) مومن و مسلم کا یہی عقیدہ ہے (۲) ایسی جماعت کی صداقت میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے (۳) جس جماعت کے بنیادی عقیدہ میں یہ چیز داخل ہو۔ اس پر مبنی لٹریچر کا

پڑھنا پڑھانا کیوں ناجائز ہو (۴) جائز ہے، کوئی مضائقہ نہیں (۵) کوئی حرج نہیں۔ (۶) ایسے عقیدے کی پابند جماعت سے اشتراک وتعاون سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ اس کی اعانت کرنا ضروری ہے۔ (فقط محمد چراغ، صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ ۱۱-۶-۵)

(۲)

"مولانا مودودی نے قرآن کریم میں کوئی تحریف نہیں کی۔ اسلامی مسائل کو کوئی بگاڑا نہیں۔ رہی یہ بات کہ معمولی لغزش کوئی ہوگئی ہو تو، اس سے دیگر مفسرین حضرات بھی معصوم نہیں۔ معصوم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوتے ہیں۔

مولانا مودودی مدظلہ نے عصری تقاضوں کو پورا کیا ہے اور موجودہ وقت کے خدشات کو بہترین پیرائے میں دور کیا ہے اور وہ قدیم وجدید راہوں سے روشناس ہیں۔ اس لیے عصر حاضر کے ذہن سے بھی واقف ہیں اور قدیمی تقاضوں سے بھی شناسا ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تحریری استعداد بھی بدرجہ اتم بخشی ہے۔

مولانا مودودی مدظلہ العالی نے اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے جو جماعت قائم کی ہے، اس بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ دنیا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو ان کی نیت کا حال تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے وہی علیم بذات الصدور ہے۔ بظاہر حالات ایک شخص کو تختۂ دار تک کی سزا دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ صرف رحم کی اپیل ہی کر دو، مگر وہ شخص اس سزا کو سُن کر کوئی کمزوری نہیں دکھاتا اور رحم کی درخواست نہ خود کرتا ہے، بلکہ اپنے متعلقین کو بھی اس سے روک دیتا ہے اس سے قبل اس شخص کو سیکورٹی ایکٹ کے ماتحت سزا دی جاتی ہے اور پھر اس میں بار بار اضافہ ہوتا ہے، مگر اس سے کہیں بھی چاپلوسی اور ضعف کا اظہار نہیں ہوتا، ایسے شخص کے بارے میں اگر کوئی کہے کہ وہ دھوکہ باز اور ریاکار ہے تو ایسے کہنے والے کے بارے میں کیا کہا جاسکتا

ہے۔ سوائے اس کے کہ اس کا دماغ صحیح طور پر کام نہیں کر رہا ہے۔ محمد چراغ
(شائع شدہ ہفت روزہ "سیر و سفر" ملتان ۱۲ ۲/۶۲)

مفسّرِ قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادی (۵۰)

"آپ نے بنیادی عقیدہ کی جو عبارت نقل کی ہے وہ تو عین حق و ثواب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے۔ رسولِ خدا کو معیارِ حق بنانے کے معنیٰ یہ ہیں کہ سارے انبیاء کی تصدیق اس میں آگئی۔ معترض کو شاید تنقید اور توہین و تنقیص کے درمیان فرق نہیں معلوم۔ محدثین نے کس غضب کی تنقید رواۃ پر کی ہے۔ کیا وہ سب توہین و تنقیص کے مرتکب ہوئے ہیں۔ علیٰ ہذا معترض کو پیروی و ذہنی غلامی کے درمیان بھی فرق نہیں معلوم، پیروی تو اپنے استاد کی، باپ کی اور ہر صالح بزرگ کی کی جا سکتی ہے۔ ذہنی غلامی یعنی بے چوں و چرا انقیاد کامل کا حق صرف رسولؐ معصوم کا ہے۔

(عبد الماجد دریا آبادی) (۲)

صاحبِ ترجمان القرآن مولانا مودودی کا تعارف ناظرین سے کرانا تحصیل حاصل ہے۔ ان کی دقّتِ نظر، نکتہ سنجی اور بہترین خدمتِ دین کا ذکر بار بار کیا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ نے دورِ حاضر کے فتنوں کے سدّباب میں مولانا مودودی صاحب کا سینہ خاص طور پر کھول دیا ہے۔ اور تجدد زدہ گروہ کے حق میں ان کے قلم کی ایک ایک سطر آبِ حیات ہے۔ طبقہ علماء میں مولانا کی ذات، اس حیثیت سے بہت ہی بلند و ممتاز ہے۔ وہ صحیح معنوں میں مفکر ملت ہیں۔" (مولانا مودودی سے ملئے۔ از اسعد گیلانی صفحہ ۶۷)

الجواب: (۱) مسلمان کا عقیدہ صرف یہی ہے (۵۱) (۲) حق پر ہے (۳) ضروری ہے (۴) جائز ہے بلکہ اولیٰ ہے (۵) علماء کی امداد واجب ہے (۶) اشتراک ضروری ہے۔

نوٹ: لیکن تنقید ایسی نہ ہو جو عیب جوئی کی حد تک پہنچے اور اس میں ان کے احترام میں فرق آئے اس لیے کسی حد تک ان کے قول کی توجیہہ کرنی چاہیئے۔ عبیداللہ عفی عنہٗ، سابق شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور ۶۴ء

(۵۲)

شیخ الجامعہ عباسیہ مولانا محمد ناظم صاحب ندوی

(جوابات حق اور صحیح ہیں۔ تائید میں ملاحظہ ہو، تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج۱ ص۱۴۱)

وكل امام يوخذ من قوله و يترك الا امام المتقين

حجة الله البالغه ج۲ ص۹۲ باب احكام الدين من اسباب التحريف۔

(محمد ناظم ندوی۔ شیخ الجامعہ عباسیہ، بہاولپور)

(۲)

میرے نزدیک، جماعت اسلامی اور اس کے امیر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اپنی بساط کے مطابق اقامتِ دین کی جد و جہد کر رہے ہیں۔ ممکن ہے جماعت اسلامی کی وسیع مطبوعات میں کچھ ایسی کتابیں ہوں۔ جن سے بعض لوگوں کو اختلاف ہو۔ بلکہ مجموعی حیثیت سے یہ جماعت دین کی سربلندی کے لیے کوشاں ہے۔ رہا بعض مسائل میں علماء کا اختلاف کرنا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ فکر و نظر کا اختلاف ہمیشہ رہا ہے۔ اسلام کی علمی و دینی تاریخ میں بڑی کثرت سے علماء کا مسائل میں اختلاف رہا ہے۔ اگر استنباط و اجتہاد میں نقطۂ نظر کا اختلاف نہ ہوتا تو یہ مذاہب کس طرح وجود میں آتے بلکہ خود حنفی مذہب میں ائمۂ مجتہدین کا آپس میں اختلاف موجود ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے دونوں جلیل القدر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانیؒ اور امام ابویوسفؒ نے اپنے استاد امام اعظمؒ سے سیکڑوں مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جو فقہ کے ہر طالب علم کو معلوم ہے۔ اس لیے مولانا مودودی نے اگر کسی مسئلہ میں کوئی ایسی رائے ظاہر کی ہے جو کسی

دوسرے عالم کی رائے سے مختلف ہے تو اس بناء پر طعن کرنا یا عوام کو اس کے خلاف بھڑکانا اہل علم اور اہل دین کا شیوہ نہیں ہونا چاہئے۔

مولانا مودودی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو خود اہل سنت والجماعت کے عقائد سے بے خبر ہے یا مولانا مودودی کی کتابوں کا براہ راست علم نہیں رکھتا اور دوسروں کے گمراہ کن پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر اور یوم حساب کے خوف سے دل کو پاک و صاف کرکے جو جی میں آتا ہے کہہ دیتا ہے، یا اگر علم رکھتا ہے تو عناد کی بنا پر ان کو معتزلی کہتا ہے، مولانا مودودی پکے سنی مسلمان ہیں، قطعی معتزلی نہیں ہیں۔ یہ ایک بیہودہ افترا ہے۔ مولانا مودودی نے کوئی نیا مذہب پیش نہیں کیا یا اہل سنت والجماعت کے خلاف کوئی عقیدہ پیش کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو بتایا جائے کہ وہ کون سا عقیدہ پیش کر رہے ہیں؟ کیا وہ ارکان خمسہ میں سے کسی رکن کی کوئی ایسی تاویل کرتے ہیں جو مسلمہ وضاحت کے خلاف ہو؟ کیا سود جوا، شراب، زنا، قذف کی حرمت کے قائل نہیں ہیں، کیا عورتوں کی بے پردگی غیر محرم مرد وزن کے مغربی طرز کے اختلاط کے جواز کے قائل ہیں؟ کیا وہ سنت کے قابل حجت ہونے کے منکر ہیں؟ ان میں سے اگر کوئی بات بھی نہیں تو وہ کون سا مذہب ہے جس کو وہ پیش کر رہے ہیں؟

جہاں تک میں نے مولانا مودودی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان سے قطعاً یہ مترشح نہیں ہوتا کہ وہ قرآن و سنت سے دور ہٹانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کی تحریروں میں قرآن و سنت کی دعوت پاتا ہوں اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں کا دین سے تعلق بڑھتا ہے، کم نہیں ہوتا۔ دشمنان اسلام کے اعتراضات کو نہایت موثر انداز

اور بلیغ اسلوب سے رفع کرتے ہیں، یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ اس زمانے میں مولانا مودودی جیسا صاحبِ قلم، سلجھی ہوئی طبیعت معتدل مزاج، صحیح الفکر عالم پیدا ہوا جن کی کتابوں سے اسلام کے علمی ذخیرے میں بیش بہا اضافہ ہوا، اور جن کی تحریروں نے اسلامی کتب خانے کے ایک خلا کو پُر کیا۔

مولانا مودودی صاحب جنھوں نے اقامت دین اور دین کی سربلندی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کی ہے اور ہر قسم کی صعوبت برداشت کر رہے ہیں اور جن کی زندگی میرے علم میں اہل دین کی جیسی پاک وصاف اور پابند شریعت زندگی ہے۔ ان کے خلاف بعض نا عاقبت اندیش افراد کی الزام تراشی یا ان کے خلاف بدگمانی پیدا کرنے کی نامشکور سعی نہایت مذموم حرکت ہے۔ اگر مولانا مودودی علمائے بریلی یا علمائے دیوبند سے تعلق نہیں رکھتے تو اس سے ان کے باطل ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، عالم اسلام میں ہزاروں بلکہ لاکھوں علمار کا ان دونوں مکاتب فکر میں سے کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس اعتراف فضل کے بعد یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا مودودی نہ امام معصوم ہیں، نہ مجتہد عصر، نہ ان کی ہر رائے صحیح ہوا کرتی ہے۔ نہ انھوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ بشر ہیں۔ ان میں بشری کمزوریاں ہو سکتی ہیں۔ وہ غلطی کر سکتے ہیں، ان کے اسلوب بیان میں بے احتیاطی بھی ہو سکتی ہے۔ اور قلم کی لغزش کے ساتھ ساتھ فکر ورائے کی بھی لغزش ہو سکتی ہے۔ ان کی غلطیوں اور اسلوب نگارش کی بے احتیاطیوں کی نشاندہی کرنے کا علماء اور اہل علم کو پورا پورا حق حاصل ہے۔ علمی انداز میں ان کے مسلک سے ان کے طریق استدلال واستنباط سے اختلاف کرنا کوئی جرم نہیں ہے اور نہ ہر اختلاف کو بدنیتی اور دشمنی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔" محمد ناظم ندوی (ہفت روزہ "سیر وسفر"، ملتان ۳/۶۴ ۳۴)

شیخ الادب والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب فاضل دیوبند

مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ محمودیہ، چونی زیریں

" نظام اسلامی کے قیام کی کوشش ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا اور اس کا دینی فرض ہے۔ تمام انبیاء اسی کام کے لیے آئے تھے۔ ہر نبی نے اپنی امت سے یہ عہد لیا تھا کہ اس کے بعد وہ اس فرض کو انجام دیتی رہے گی۔ خدا کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی مقصد کے لیے صرف کیا اور یہی کام آپؐ اپنی امت کے سپرد کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

جو شخص بھی یقین رکھتا ہے کہ اسلام برحق ہے اس کے لیے لازم ہے کہ جہاں تک اس کے بس میں ہو وہ خود اس کی پیروی کرے اور اپنے ماحول کو اس کے مطابق درست کرنے کی کوشش کرے۔ نظام اسلام سے مراد زندگی کے تمام شعبوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی پر اور اس کے دیے ہوئے نظام کی پیروی پہ استوار کرنا ہے۔ جو شخص بھی قرآن اور سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ کرے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمیں نہایت ہمہ گیر اور جامع ہدایات دی ہیں جو ہمیں اخلاق، معاشرت، سیاست و معیشت عدالت و قانون اور صلح و جنگ ہر چیز میں ایسا مخصوص رویّہ اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ اس رویہ کو اختیار کرنے میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ ہمیں اس میں کمال درجے کا عدل و توازن اور پاکیزہ اخلاقی روح ملتی ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس چیز کو اختیار کرنے میں ہم دنیا میں فلاح پائیں گے اور آخرت میں یہی رویّہ ہمارے لیے

موجب فلاح ہو گا۔

جماعتِ اسلامی اسی جذبہ کے تحت اقامتِ دین جیسے اہم فریضہ کو ادا کرنے کے لیے منظم جد و جہد کر رہی ہے، اور جماعت اسلامی نے اسلام اور اس کے نظام زندگی کی ایسی ترجمانی کی ہے جو ایک طرف مذہبی رجحانات رکھنے والوں کے عقائد سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہے اور دوسری طرف جدید تہذیب و تمدن سے متاثر ہونے والوں کو اس بات سے مطمئن کرتی ہے کہ اسلامی نظامِ زندگی موجودہ دور میں پوری طرح قابلِ عمل ہے اور ہر پہلو سے ہم کو ترقی کی راہ پر آگے لے جاسکتا ہے۔

اگرچہ ایک مدت سے جماعت اسلامی کے خلاف غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں۔ اور اب ان کو بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ جو لوگ جماعتِ اسلامی کے کام کو انصاف سے دیکھیں گے اور جماعتِ اسلامی کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جماعت اسلامی اس وقت ایک ایسی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس کا پورا ہونا فی الواقع نہایت ضروری ہے۔

جو حضرات جماعتِ اسلامی کی مخالفت کرنا اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہیں ان کو اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ وہ کن کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور کیا یہ حضرات قصداً عن سبیل اللہ کا پارٹ تو ادا نہیں کر رہے ہیں؟"

مندرجہ بالا مضمون کی تائید میں حسب ذیل علمائے کرام نے دستخط کیے ہیں:

(۵۴) مولانا عبدالحق صاحب مفتی وخطیب جامع مسجد اندر کوٹ، دہوا۔

(۵۵) مولانا خان محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ محمودیہ، تونسہ شریف۔

(۵۶) مولانا احمد بخش صاحب مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف

(۵۷) مولانا غلام مصطفٰے خاں فاضل دیوبند مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف
(کیا جماعت اسلامی حق پر ہے ص۲)

مولانا مودودی کا کارنامہ

"اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے ان ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد کو جو بے دین ہو چکے تھے عقلی دلائل سے راہ راست پر لانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا کارنامہ ہے جسے تاریخ میں سنہرے لفظوں میں لکھا جائے گا۔" (ہفت روزہ "رفیق" بہاولپور)

علماءِ بنگلہ دیش

(۵۸) شیخ الحدیث مولانا محمد شفیق صاحب مدرسہ عالیہ مصطفویہ بوگرہ۔
(۵۹) ممتاز الفقہاء مولانا مزمل علی صاحب صدر مدرس ومہتمم مدرسہ نجم العلوم جوڑا۔
(۶۰) ممتاز المحدثین مولانا عبدالقادر صاحب سلہٹی۔
(۶۱) ممتاز المحدثین مولانا ابوالعمران محمد عبدالرحمٰن بغداوی۔
(۶۲) ابوالفضل مولانا محمد یعقوب اصلاحی۔

"ہم نے مولانا مودودی صاحب کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور جماعت اسلامی کو بھی دیکھا ہے۔ ہم نے محسوس کیا ہے کہ مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی صرف اقامت دین کی جدوجہد کر رہے ہیں اور پاکستان میں خالص اسلامی نظامِ حیات نافذ کرنا چاہتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء اور صحابہؓ کے صحیح اسوہ کا اتباع کریں۔ چنانچہ اسی جدوجہد میں مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی کو ابتلاء وآزمائش اور مشکلات کے متعدد مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ اس وقت بھی وہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن

ایسے نازک موقع پر جبکہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جماعتِ اسلامی اور دوسرے اسلام پسند عناصر جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس بات کی ضرورت تھی کہ تمام فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر سب لوگ اسلامی دستور کے لیے جدوجہد کرتے، لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ پنجاب کے بعض علماء چند مفاد پرست لیڈر اور اخبار نویس، نہ معلوم کس کے اشارے پر مولانا مودودی، اور جماعت اسلامی پر جھوٹے الزامات اور بہتانات کی ایک منظم مہم چلا کر اسلامی نظام کی مہم پر رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں علماء کی طرف سے ایسی ناپاک مساعی میں شرکت نہایت ہی افسوس کا مقام ہے۔ ہم ان حضرات کو خدا کے ہاں جواب دہی کا خوف دلاتے ہوئے گزارش کرتے ہیں کہ وقت کی اہمیت کو سمجھیں اور دشمنانِ اسلام کی چالبازیوں میں آکر اسلامی دستور کی مہم کو ناکام بنانے کی کوشش نہ کریں تاکہ ہم لوگوں کا وہ پاک مقصد جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا ہے۔ پورا ہو اور یہاں جلد از جلد اسلامی نظام کا نفاذ ہو۔ برائیاں مٹیں اور بھلائیاں پروان چڑھیں۔

(کیا جماعت اسلامی حق پر ہے" ط۱۶۹)

(۶۳)

مولانا عبدالعالی احمد صاحب خطیب جامع مسجد گل امام تحصیل ٹانک ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

"میری نظر سے اس وقت تک جو کتابیں گزری ہیں، میں نے ان میں کوئی چیز ایسی نہیں پائی، جس کی بنا پر جماعت اسلامی کی مخالفت کی جائے یا عوام الناس کو جماعتِ اسلامی کے ساتھ تعاون کرنے سے روکا جائے۔

بعض عبارات کو جنھیں مخالفین نے اعتراض کے لیے منتخب کیا ہے اگر ان کا سیاق

وسباق سامنے رکھ کران پر غور کیا جائے (اور حسن ظن قائم کر کے، جو ہر مسلمان کا اسلامی فرض ہے) تو وہ عبارات شرعی نقطۂ نظر سے قابل گرفت نہیں ہیں" للناس فی مایعشقون مذاھب" وماعلینا الا البلاغ "۔ "کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟" . صہ۱۷ (مولانا عبدالعالی احمد صاحب)

(۶۴)

مولانا محمد ظفر صاحب موضع بستی آرڈھ ڈیرہ اسمٰعیل خاں

"میں نے جماعت اسلامی کا بیشتر لٹریچر پڑھا ہے۔ جہاں تک میں نے سمجھا ہے اس کو قرآن وحدیث کے خلاف کہیں بھی نہیں پایا۔ معترضین نے جو فتاوے شائع کئے ہیں وہ صریح زیادتی ہیں۔ انھوں نے عبارات سے بالکل غلط معانی لیے ہیں۔ بعض کی تو وہ عبارات کتابوں میں ملتی ہی نہیں اور بعض عبارات میں صریح تحریف کی گئی ہے میں اپنے تمام احباب اور دوستوں سے گزارش کروں گا کہ وہ ایک ہی رخ کو نہ دیکھیں۔ مولانا مودودی صاحب کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کریں۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ آپ کی عقیدت بیشک علمائے مخالف میں سے کسی کے ساتھ ہوگی۔ لیکن یہ عقیدت ایسی بھی نہ ہونی چاہیے کہ آپ اصلی کتابوں کو دیکھنے تک کو ضروری نہ سمجھیں۔ میں اپنے احباب اور اسلام پسند حضرات کی خدمت میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اس ملک میں صرف جماعت اسلامی ہی ایسی جماعت ہے جو اسلام کو ایک نظامِ زندگی کی حیثیت سے پیش کرتی ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے عرصۂ دراز سے پیہم جد وجہد کر رہی ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ تعاون کرنا ہر مسلمان کا دینی فرض ہے۔"

(مولانا) محمد ظفر (صاحب)

کتاب مذکور صہ۱۷۱

مولانا محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ دار الہدیٰ
شاگرد حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ

اقول وباللہ التوفیق عبارت مندرجہ استفسار بلاشبہ ایک مومن اور ایک مسلم کا عقیدہ ہو سکتی ہے، بلکہ ہونی چاہیئے۔ نہ اس سے انبیاء سابقین کی تکذیب لازم آتی ہے، اور نہ اولیاء اللہ کی توہین! بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ ہی کی ذات مقدس کو اسوۂ حسنہ اور اتباع کے لئے معیار کامل بنایا گیا ہے۔ دوسروں کا کمال آپؐ ہی کے اتباع کامل میں مضمر ہے جس قدر کسی میں آپؐ کا اتباع ہو گا اسی قدر کمال ہو گا۔ اسی طرح عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ غیر انبیاء کرام خواہ کتنا ہی کامل ہو معصوم نہیں اور جب معصوم نہیں تو تنقید کا محل بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو یقیناً افضل الامۃ اور خلیفہ اول ہیں، اپنے خطبات میں اس حقیقت کو کس قدر واضح کرتے ہوئے اپنے آپ کو تنقید کے لیے پیش کیا: فرمایا اِنَّ اللہَ اصطفٰی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علی العلمین وعصمہ من الاٰفات وانما انا متبع ولست بمبتدع فان استقمت فتابعونی وان زغت فقومونی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر برگزیدہ بنایا اور سب آفات سے بچایا اور میں تو صرف پیروی کرنے والا ہوں، خود نیا طریق پیدا کرنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا چلتا جاؤں تو میری پیروی کرو۔ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کے

بعد کوئی بھی تنقید سے پاک وصاف ومبرا نہیں۔ لیکن تنقید کو مستلزم توہین سمجھنا غلط ہے احقاق حق کے لیے تنقید سے فن اسماء الرجال بھرا ہوا ہے۔ البتہ اگر تنقید محض خواہش نفس یا بغض وعداوت کی بنا پر ہو اور اس سے مقصد کسی کی توہین ہو تو وہ بلاشک معصیت ہوگا اسی طرح ذہنی غلامی سے مراد اطاعت مطلقہ یعنی بلا چوں وچرا اطاعت کرنی اور اپنی رائے اور عقل کو متبوع کی رائے اور فرمان کے تابع کر دینا ہے۔ یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے البتہ آپ کے حکم کے ماتحت والدین، اساتذہ ائمہ دین، صالحین وغیرہ کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ ذہنی غلامی کی نفی سے اس کی نفی لازم نہیں آتی۔

جہاں تک جماعت اسلامی کے لٹریچر اور طریق کا مطالعہ کیا گیا ہے اس میں بعض جزوی مسائل ہیں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے جماعت کے بنیادی امور میں کوئی چیز کتاب وسنت کے خلاف نہیں پائی گئی۔ خصوصاً جماعت اقامت دین اسلامی کے لیے جو جد وجہد کر رہی ہے۔ یہ دراصل تمام علماء کرام بلکہ ساری امت مسلمہ کا فریضہ تھا۔ لہٰذا بحیثیت مجموعی جماعت اسلامی (جس قدر میں سمجھتا ہوں) یقیناً باطل جماعتوں سے نہیں بلکہ جماعت حقہ ہے۔ اس کے لٹریچر کا پڑھنا پڑھانا اس کے کارکنوں کو دینی درسگاہوں میں مدرس رکھنا، ان کے کارکن جہاں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ان کی اعانت اور ان سے ہر قسم کا اشتراک وتعاون جائز بلکہ افضل ہے واللہ اعلم بالصواب محمد خلیل عفی عنہ

(۶۶)

مولانا غلام یٰسین صاحب فاضل دیوبند صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم سرگودھا

ما قال المجیب صحیح۔

(۶۷)

مولانا شبیر احمد صاحب فاضل دیوبند

تلمیذ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث

اصاب من اجاب (کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟ ص۱۰۶)

"مولانا مودودی موجودہ اسلامی دنیا کے زبردست مفکر اور مدبر ہیں۔"

(ہفت روزہ "مسلم گجرات"، سورت)

(۶۸)

مولانا عبداللہ ثانی صاحب امرتسری جال جڑانوالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اقول وباللہ التوفیق وھو المعین

ان[1] الفاظ میں جو مضمون ادا کیا گیا ہے۔ وہ شرعاً درست بلکہ اصول شریعت میں سے ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی ہے جو کسی متنازعہ امر میں سچائی کا معیار ہو سکتی ہے جس کی تفصیل یوں سمجھیے کہ جس فعل کے متعلق ثبوت مل جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا کرنے کا حکم دیا۔ یا آپ کے سامنے وہ کام کیا گیا اور آپ نے دیکھ کر خاموشی اختیار فرمائی وہی فعل حق ہے اور غیر نبی کے قول کے متعلق یہ ثابت کر دینا کہ یہ قول رسول اللہؐ کے قول کے مطابق ہے۔ اس قول کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ لقولہ علیہ السلام لا یخرج من فی الحق (دارمی) "میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔" یہ درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، خواہ وہ عالم ہو، یا جاہل۔ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا عامل بالشرع اور زاہد کیوں نہ ہو، اس کو یہ رتبہ نہیں دیا جا سکتا کہ اس کا قول و فعل غلطی سے پاک ہے۔

[1] دستور جماعت اسلامی کی مذکورہ عبارت

ائمہ دین رحمہم اللہ نے اپنے زمانہ میں اس پر بہت کچھ کہا اور لکھا ہے۔ چند ائمہ دین کے اقوال بطور اختصار نقل کیے جاتے ہیں۔

قال الشافعی رحمہ اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا
لاحجۃ فی قول احدٍ دون	کسی قول کی حجت نہیں۔ خواہ زیادہ افراد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کیوں نہ ہوں اور نہ ہی کسی قیاس بلکہ
وان اکثروا الا فی قیاس ولا فی	کسی شے میں دلیل نہیں، یہاں تو صرف
شیئٍ وما ثم الا طاعۃ اللہ	اللہ اور رسول کی فرمانبرداری ہی قابل
ورسولہ بالتسلیم (عقد الجید)	قبول ہے۔ (اور بس)

علامہ قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب یہی ہے کہ:

ومن الادب معہ صلی اللہ	"آپ کے قول میں شبہ نہ کیا جائے
علیہ وسلم ان لا یستشکل	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم	قول کو حق اور آپ کے غیر کے تمام اقوال
بل یستشکل آراء الرجال	مشتبہ یعنی قابل بحث قرار دیے جائیں"
واقوال الغیر لقولہ علیہ السلام	

حضرت محبوب سبحانی پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اجعل الکتاب والسنۃ امامك	
وانظر فیھا بتامل وتدبر واعمل	"کتاب وسنت کو اپنا پیشرو بناؤ
بھما ولا تغتر بالقال ولقیل	اور انھیں پر غور وفکر کے بعد عمل کرو،
والھوس (فتوح الغیب)	اور کسی کی قیل وقال سے دھوکہ نہ کھاؤ"

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لا واجب الا ما اوجبه الله	"واجب وہی ہے جس کو اللہ اور
ورسوله على احد من الناس	رسولؐ نے واجب کیا۔ کسی شخص پر یہ
ولا ان تذهب بمذهب	ضروری نہیں کہ وہ کسی امتی کا مذہب
رجل من الامة فی دينه	اختیار کرے اور دین میں اس کی تقلید
دون غيره - (اعلام)	کرے"

امام مالکؒ فرماتے ہیں :

ما من احد الا ماخوذ من	ہر شخص اپنے کلام سے ملزم کیا جا سکتا
كلامه ومردود عليه الا رسول	ہے اور اس کا قول اس پر رد کیا جا سکتا
الله صلى الله عليه وسلم	ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس
(عقد الجید)	سے بالاتر ہیں)"

حاصل کلام یہ کہ عبارت مندرجہ عین اسلامی عقیدہ ہے، جو جماعت یا شخص یہ عقیدہ رکھے، اس کو محض اس عقیدہ کی بنا پر اس سے مندرجہ سوالات منسلک کیے جا سکتے ہیں کہ اس کا لٹریچر نہ پڑھا جائے یا اُن کے کسی فرد کو بطور مدرس ملازم نہ رکھا جائے وغیرہ تاوقتیکہ کوئی اور عقائدِ فاسدہ ان سے ظاہر نہ ہوں۔ صرف اس عقیدہ کی بنا پر ایسا فتوی لگانا درست نہیں۔ محمد عبد اللہ ثانی امرتسری مقیم جڑانوالہ (کیا جماعت اسلامی حق پر ہے ص ۱۹)

(۶۹)

مولانا غلام یٰسین صاحب صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم سرگودھا

نحمدہٗ ونصلی مسئلہ مذکورہ اجتماعی ہے۔ تمام اسلاف جمیع مسائل ہیں تنقید کے بغیر

کسی مسئلہ پر عمل نہ کرتے تھے۔ ہاں عقائد کے مسائل جو انبیاء علیہم السلام نے بیان فرمائے ہیں وہ تنقید سے پاک ہیں۔ کیوں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذاتیں تنقید سے پاک ہیں۔ ہاں تنقید ہر موقع پر تنقید رہے تنقیص نہ ہو جائے۔

جماعت اسلامی حق پر عامل ہے۔ عامل رہے گی۔ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں جو اعتراض کرے گا تعصب سے خالی نہ ہوگا۔ کیوں کہ اس کے صحیح مسائل مدلل طور پر مرقوم اُمت کے سامنے ہیں۔ (غلام یٰسین کان اللہ غفرلہٗ)

(۷۰)

الجواب صحیح والمجیب مصیب (کتاب مذکور ص ۱۲۹)

(مولانا عبدالمجید بقلم خود، مدرسہ سراج العلوم سرگودھا)

(۷۱)

مولانا محمد سعید صاحب

"اس عبارت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کسی مومن ومسلم کے عقیدہ میں فساد پیدا کرے۔ ایک مومن ومسلم کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تشریح کی گئی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس عبارت سے نہ تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی تکذیب لازم آتی ہے اور نہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جائے تعجب ہے کہ یہ عبارت محمد رسول اللہؐ کے عقیدے کی تشریح میں ہے پھر تکذیب ذنوبین کا کیا سوال؟ خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ جمہور امت کا مسئلہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اشخاص سے خطا وصواب دونوں کا امکان ہے

خطا معلوم ہو جانے پر اس کا اتباع کیسے جائز ہوگا۔ اور اس خطا و صواب کا معیار کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہی ہے۔ جس جماعت کا یہ عقیدہ ہے، وہ عین اہل سنت والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ مشرقی، چکڑالوی اور قادیانی سے تشبیہ دینا ظلم ہے اور خدا سے ڈرنے کا مقام (معترضین) یہ کیا لکھ رہے ہیں؟ نہ یہ جماعت قرآن وحدیث کی منکر ہے۔ اور نہ ایمان و اسلام کی مخالف۔ بلکہ عین قرآن وحدیث کے مطابق اسلام کی خدمت کر رہی ہے۔" (محمد سعید عفی عنہ)

(۷۴)

مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب

اس عبارت سے میرے نزدیک نہ انبیائے سابقین کا انکار لازم آتا ہے نہ صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی توہین و تنقیص اور ائمہ کی تقلید اور اتباع سے سلف کی دشمنی ظاہر ہوتی ہے عموماً ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ حق یا معیارِ کامل کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے مکمل نمونہ اور اسوۂ عمل آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے اور من کل الوجوہ آپؐ ہی کے اقوال و اعمال واجب العمل ہیں۔ اس قسم کے فقرے بڑے بڑے علماء بے تکلف اپنی تحریروں اور تقریروں میں استعمال کرتے ہیں۔

معین الدین عفی عنہ' (کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟)

"مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اسلام کی تعلیم کے موجودہ وقت میں سب سے بڑے داعی' مفکر اور عالم ہیں۔"

(روزنامہ "الجمعیت" سرحد)

(۷۳)

مولانا عبدالقدوس صاحب بہاری

جب مولانا مودودی کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو اس وقت مولانا عبدالقدوس صاحب بہاری (کراچی) نے یہ بیان دیا تھا۔

" میں اپنے مسلمان بھائیوں، علمائے کرام، وکلاء اور زعمار قوم سے خدا اور رسولؐ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ اس بے مثال مفکرِ اسلام، بے نظیر ادیب اور علمی و قومی سرمایہ کو بچانے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں اور فوراً ہر ممکن آئینی جدوجہد جاری کر دیں"

("چراغِ راہ" احتجاج نمبر)

(۷۴)

مولانا عبدالجلیل رحمانی (مدیر اعلیٰ "مصباح")

"جماعتِ اسلامی نے جو لٹریچر تیار کیا ہے، دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ نظری اور فکری طور پر جو مرعوبیت اور احساس کمتری مسلمانوں میں پیدا ہوگیا تھا اور جس نظام کو موجودہ دور میں ناممکن العمل سمجھا جا رہا تھا۔ آج اُسے ممکن العمل سمجھا جا رہا ہے"

(ماہنامہ تجلی دیوبند، فروری ۶۳ء ص۴۶)

(۷۵)

مولانا نذیر احمد رحمانی صاحب

رکن مجلس شوریٰ آل انڈیا مجلس اہلحدیث

" میں نے جماعتِ اسلامی کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ خاص کردہ مضامین

جن کی بنا پر اس جماعت کو مطعون کیا جاتا ہے۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ آج تک کوئی ایسی بات مجھے ان کتابوں میں نہیں ملی جن کی بنا پر ان فتنوں کو صحیح سمجھوں"۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند، فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۵)

(۷۶)

مولانا ثناء اللہ صاحب (مدیر اعلیٰ اخبار اہلحدیث)

"میں نے اور جماعت اہل حدیث نے کبھی کسی حال میں بھی تحریک اقامتِ دین یعنی جماعتِ اسلامی کی مخالفت نہیں کی ہے"۔ (ماہنامہ تجلی دیوبند فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۵)

(۷۷)

مولانا محمد مقبول صاحب فاضل دیوبند

(شاگردِ خاص حضرت مولانا حسین احمد مدنی)

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی فی الواقع حق پر ہیں۔ گمراہ مولانا مودودی نہیں ان کے مخالفین ہیں۔ مولانا مودودی کے مفکر اسلام ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جو بھی مولانا مودودی اور جماعت اسلامی پر الزامات عائد کرتے ہیں۔ بہتان تراشتے ہیں اور اقامت دین کی اس تحریک کو جو مولانا مودودی چلا رہے ہیں۔ نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ انتہائی گھٹیا کردار کے کم ظرف اور عاقبت نا اندیش ہیں۔ میں اس کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ مولانا مودودی پر جو بھی الزامات عائد کرتے ہیں انھیں قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ثابت کر دکھائیں۔

افسوس اس بات کا نہیں کہ یہ لوگ مخالفت کیوں کرتے ہیں، کیوں کہ ان لوگوں

کو تو مخالفت کرنا ہی تھی۔ ان کی دوکانداریوں پر جو زد پڑ رہی تھی۔ ان کے حلوے مانڈے میں جو فرق آرہا تھا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہ لوگ عوام کو بھی گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مولانا مودودی کی کتب میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ جو کچھ ہے عین حق ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے۔ عوام الناس سے درخواست ہے کہ وہ مخالف مولویوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ بلکہ دیانتداری سے مولانا مودودی کی کتب کا مطالعہ کریں۔ انشاءاللہ ان کے دل کی دنیا ہی بدل جائے گی۔

جہاں تک مولانا مودودیؒ کا تعلق ہے۔ مولانا میرے نزدیک ایک عظیم انسان ہیں ایسی عالم فاضل، قابل اور باعمل شخصیتیں صدیوں میں جنم لیتی ہیں۔ مولانا کو اسلامی علوم اور جدید علوم پر یکساں عبور حاصل ہے۔ عالم اسلام کی نظریں صرف اسی ایک مفکر پر لگی ہوئی ہیں۔ مجھے تو کم از کم پورے عالم اسلام میں اس پایہ کی شخصیت کا کوئی دوسرا عالم نظر نہیں آتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں اگر کبھی اسلامی نظام قائم ہوا تو اسی جماعت کی کوششوں سے ہوگا جس کے امیر مولانا مودودی ہیں۔ یعنی جماعت اسلامی! اس لیے عوام الناس کو زیادہ سے زیادہ جماعت اسلامی سے تعاون کرنا چاہیے ورنہ بے دین عنصر ہم پر تاحیات مسلط رہے گا۔ بندہ محمد مقبول عفی عنہٗ

شائع شدہ ہفت روزہ "سیر و سفر" ملتان ۲۱ جولائی ۱۹۶۳ء

(۷۸)

مولانا ابوالعطا

جن مسائل کو علماء اختلاف کے لیے بنیاد قرار دے رہے ہیں، میں نے ان سب کا بغور مطالعہ کیا ہے اور سب کے بارے میں اپنی دیانتدارانہ رائے یہ رکھتا ہوں، کہ وہ

تمام کے تمام فروعی مسائل ہیں۔ اصولی مسئلہ ان میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ جو لوگ انھیں اصولی مسائل کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ وہ دین کو فائدے کے بجائے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ مولانا ابوالعطا "ایشیا" ۲۴ ۶/۴

(۲)

"جب سے جمعیۃ علمائے اسلام اپنی تنظیمی شکل وصورت میں قائم ہوئی ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک میں برابر دیکھ رہا ہوں کہ اس کی تمام تقریری اور تحریری کارروائیوں میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی مخالفت کو نمایاں مقام دیا جاتا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے اجتماع میں مولانا مودودی پر مختلف قسم کے الزامات لگائے جا رہے ہیں اور ہر جگہ عوام کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ مودودی اپنی جماعت سمیت گمراہ ہیں' اور دین کے نام سے مسلمانوں میں بے دینی پھیلا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ملکی اور ملّی ہر قسم کے معاملات اور مسائل میں تعاون بھی ناجائز ہے اور اشتراکِ عمل بھی۔ حد یہ ہے کہ "ترجمانِ اسلام" کا تو کوئی پرچہ بھی آج تک دیکھنے میں ایسا نہیں آیا ہے جس میں مولانا مودودی کو دوسری الزام تراشیوں کے ساتھ ساتھ غلیظ قسم کی مذہبی گالیاں نہ دی گئی ہوں۔ اس کے برخلاف میں دیکھ رہا ہوں کہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے دوسرے ذمہ دار حضرات ملک میں وسیع پیمانے پر دعوتِ دین کا کام اچھی طرح پھیلا رہے ہیں اور تقریر و تحریر دونوں کے ذریعہ اپنے منعقدہ اجتماعات اور اجلاسوں میں عوام کو ہر قسم کے ملکی و ملی فتنوں سے آگاہ کر رہے ہیں۔ پھر ملکی پریس میں ان کی یہ کارروائی شائع بھی ہو رہی ہے مگر کبھی یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی کہ انھوں نے کبھی بھی عوام کے سامنے یہ بات کہی ہو کہ لوگو! دیکھو، یہ علماء اور جمعیت کے لوگ گمراہ ہیں اور دین میں مذہب کے نام پر گمراہی پھیلا رہے ہیں یا کرسئ اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور یا انھوں

نے اپنے کسی اخبار میں علمار کی جماعت پر کوئی حملہ کیا ہو یا کوئی بے بنیاد الزام لگایا ہو اور یا اُن کے متعلق عوام میں یہ پروپگنڈہ کیا ہو کہ جمعیت سے وابستہ علمار کے ساتھ ملکی وملّی مسائل میں نہ تعاون جائز ہے اور نہ اشتراکِ عمل۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے دین کو عظیم نقصان پہنچے گا اور دہریت والحاد پرست عناصر کا ہاتھ مضبوط ہو جائے گا۔

(مولانا ابوالعطار "ایشیا" ۶/۲۴ ۲۴)

(۷۹)

مولانا نذیر الحق صاحب میرٹھی

خطیب اعظم جامع مسجد جلال پور جٹاں ضلع گجرات

"مولانا مودودی صاحب کا سب سے بڑا جرم وگناہ اور سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ انھوں نے کتاب وسنّت کو معیار بحث اور مرکز حق ویقین سمجھ کر تدبر فی القرآن کا مقفل دروازہ کھول دیا عہد حاضر کے تقاضوں اورملّی ضرورتوں کے مطابق قرآنی حقائق ومعارف کو خوب خوب روشن کیا اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے اسلامی تعلیمات کو پاک وصاف کر دینے کی کوشش کی۔

یہ بات ان مولویوں سے کیسے قابلِ برداشت ہو سکتی تھی جو تدبر فی القرآن کا دروازہ مقفل کر کے چابی اپنی جیب میں ڈالے پھرتے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب نے اپنے زمانے اور اپنے ملک کے لیے ایسی تفسیر لکھ ڈالی جو ترقی یافتہ عقل کے سامنے اسلام کو ایک معقول ومدلّل صورت میں پیش کر کے اس کی حقانیت وصداقت کے سامنے ادیان باطلہ کو خس بدنداں کر دینے والی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس پر رشک وحسد کی آگ نہ بھڑکے؟"

(بے لاگ محاکمہ ص۱۰۲) (کتاب مذکور ص۱۵۹)

مولانا عبدالودود صاحب ندوی

"جماعت اسلامی کے دستور کی عبارات کا مفہوم بالکل صاف ہے اس میں نہ کسی قسم کا اختلاف ہے جو تشریح طلب ہو اور نہ ابہام غلط ہے جو واجب الرفع یا قابل اعتراض ہو۔ توحید خالص کا آئینہ ہے جو اصول شرعیہ کے معیار پر ڈھلا ہے"۔ (عبدالودود ندوی) (کیا جماعت اسلامی حق پر ہے ص ۱۵۹)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب کا

ایک اور اہم مکتوب

کرم فرمائے محترم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں خود مسلمانوں اور خصوصاً علماء کی باہمی آویزش سے سخت نالاں ہوں زبانی اور تحریری جہاں تک ممکن ہو جائے کہتا اور لکھتا رہتا ہوں۔ اخباروں میں بھی بیان دے چکا ہوں جمعیت علمائے اسلام کو شروع میں حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ہم نے ہی قائم کیا تھا، مگر مارشل لاء سے کچھ دوسرے لوگوں نے غلط طریقے سے اسی نام کی یہ جمعیت بنا ڈالی جو آج کل چل رہی ہے۔ ہم نے صرف اس لیے کہ اگر ہم اصلی جمعیت کو جاری رکھتے ہیں تو ان حضرات علماء سے اختلاف کا اظہار اخبار و اشتہار میں ناگزیر ہوگا۔ جمعیت سے دستبرداری دی۔ اب میں اس میں شریک نہیں اور نہ اس طرز عمل کو پسند کرتا ہوں جو مودودی صاحب کے بارے میں اہل جمعیت نے اختیار کر رکھا ہے اس سے زائد میرے بس کی بات نہیں، دعا کرتا ہوں، آپ بھی دعا میں یاد فرمائیں تو کرم ہوگا۔ والسلام محمد شفیع عفی عنہ ۱۵ ۱ ۸۲ھ